اسلامی ڈرامے

اسلامی ڈرامے

(یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے)

باسط سلیم صدیقی

گوشۂ ادب ۔ چوک انارکلی ۔ لاہور

(جملہ حقوق محفوظ)

MC LIBRARY Nankana Sahib
Acc. NO: 00636NS
Date: 16-9-2022
Managed by Chughtai Public Library
891-4392
B314I

باجازت ریڈیو پاکستان پشاور

بار دوم
سال ۱۹۵۸ء
قیمت سے

مطبع :- پاک پبلشرز پریس لاہور
ناشر :- گوشۂ ادب - لاہور

مندرجات

پبلشرز
کی اجازت کے بغیر کوئی صاحب
اسٹیج کرنے کے مجاز نہیں

ریڈیو پاکستان پشاور کے صداکاروں کے

نام

جنہوں نے ان پروگراموں کو حیات بخشی

•

یونس سیٹھی	ساجد حسین
شیخ شریف	انور بیگ مغل
تاج محمد	الٰہی بخش
نور احمد	ظہور احمد (مرحوم)
ایم۔ اے رشید	حمیدہ بانو
اے اے طالش	کیتھرین مائیکل
خلیل خان	سلیمہ قدیر
ایف آر قریشی	ایستھر رے

شوکت شاہینہ

پروڈیوسر:۔ سیّد انصار ناصری

تعارف

باسط سلیم کی یہ تصانیف، فیچر پروگراموں کے روپ میں ریڈیو پاکستان کے سب ہی سٹیشنوں سے بار بار نشر ہو کر قبولِ عام حاصل کر چکی ہیں۔ اس سے کسی مزید تعارف کا تکلف باقی نہ رہنا چاہیے تھا۔ لیکن اُس تعلقِ خاطر کے باعث جو مجھے لائق مصنف کی ذات سے ہے اور اس ناقابلِ انکار ذمہ داری کی بنا پر جو ان پروگراموں کی اوّلین ترتیب و پیش کش کے اہتمام میں مجھ پر عاید رہی، فرمائش ہوئی کہ چونکہ اب یہ پروگرام کتاب جیسی جامد اور مستقل صورت اختیار کر رہے ہیں۔ اس لئے مصنف کی جانب سے "سببِ تالیفِ کتاب" کا جواز بھی میں ہی پیش کر دوں۔ مجھے جب تک اس کا تیقّن نہیں ہو لیتا کہ میں اپنی پہلی ذمہ داری سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہو سکا۔ دوسری ذمہ داری انگیز کرنے سے قاصر ہوں۔ اور سچ پوچھیے تو میں ان پروگراموں کی جن کی پوری پھبن اپنے اصلی روپ (یعنی ریڈیو تشکیل) میں ہی اُجاگر ہو سکتی ہے۔ کتاب جیسے جسمِ بے جان میں منتقل کرنے کے حق میں نہ تھا۔ اس کا عذاب سرتاسر پبلشر صاحب کی گردن پر ہے وہی "عذرِ گناہ" پیش کریں تو کریں۔

ذرہ امتثالِ امر نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت کے طور پر مجھے صرف اس قدر کہنا ہے کہ یہ

پروگرام یا فیچر (آسانی کے لئے ڈرامے ہی کہہ لیجئے) خاص حالات میں۔ خاص مقاصد کے لئے لکھے گئے اور اوّلین بار خاص طریق پر پیش کئے گئے اور سچ یہ ہے کہ ملک کی نشریات میں کم ہی ایسی ہوں گے جنہیں اپنے مقاصد کے حصول میں ان کے برابر کامیابی حاصل ہوئی، یہ کامیابی کس نسبت سے ان ذیلی اسباب کی مرہونِ منت رہی اور کس حد تک خالقتاً تصانیف سے خاص تھی۔ اس کا قرار واقعی محاکمہ محال ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ جس تلاش و تدقیق سے ان ڈراموں کا تاریخی مسالہ فراہم کیا گیا اور جس پُر خلوص اور تاثیر بھرے انداز میں انہیں اس ڈھنگ سے لکھا گیا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اغلباً یہی وجہ ہے کہ گو ملک میں بحمد للہ اب وہ پہلے جیسے ہراس انگیز حالات نہیں رہے۔ جو سننے والوں کی طبیعتوں کو پہلے سے مخصوص انداز سے متاثر کئے ہوئے تھے۔ لیکن ان ڈراموں کی افادیت اور تاثیر اب بھی اُسی طرح برقرار رہے اور تادیر قائم رہے گی

استقلالِ پاکستان کے فوراً بعد کے برس دو برس کا زمانہ جن بھیانک مصائب اور ہولناک مشکلات کا حامل تھا۔ اب یاد کئے سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں آج تک کسی نوزائیدہ ملک کو ایسی ہمت شکن اور گوناگوں مصیبتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ پھر یہ بھی اس قوم کا حصہ تھا کہ ایسے ہلاکت آفرین سیلِ حوادث اور طاغوتی طوفانوں کے جو کھی تھپیڑوں سے بچا کر اپنی شکستہ کشتی کو واقعی صرف مثالی تنکے کے سہارے بخیر و خوبی ساحلِ مراد تک لے آئے۔

اقوامِ عالم اس معجزہ سامانی پر انگشت بدنداں رہ گئیں۔ اور اس قوم کی زبردست

قوتِ ارادی اور غیر معمولی صلاحیتوں کا لوہا ماننا پڑا۔ اتنے قلیل عرصے میں یہ سب کچھ کیسے اور کیوں کر ہو سکا۔ اس کی واقعاتی تفصیل قلمبند کرنے سے بڑے بڑے تاریخ نگار بھی عاجز ہیں کیوں کہ جس محرک جذبے نے کروڑوں دلوں کی دھڑکنیں تیز تر کر کے یہ سب کچھ کر دکھایا۔ اُس کی کارفرمائیوں کی داستان چھوٹی چھوٹی کروڑوں ہی مکمل تاریخوں پر مشتمل ہے۔ ملک کی ایسی نزاعی حالت پر غالب آنا تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب کہ پوری قوم۔ قوم کا ہر شعبہ و جماعت اور ہر ہر فرد غیر متزلزل ایقان کے ساتھ، ہر جہت سے تعمیر کے لئے مستعد نہ ہو چنانچہ حد کی بے سرو سامانی کے باوجود کوئی شعبہ کوئی صیغہ اور کوئی فرد ایسا نہیں تھا جس نے اپنی بساط سے دُگنی اور چوگنی خدمات انجام نہ دی ہوں۔ حاکم و محکوم، خادم و مخدوم افسر اور ماتحت کی جملہ اعتباری نسبتیں ختم ہو چکی تھیں۔ مدارج کا بناوٹی فرق مٹ چکا تھا۔ نہ پالیسی کا فشور تھا نہ احکامات کا نفوذ، نہ فرائض و لوازم کی فردیں مرتب ہوئی تھیں۔ نہ ضابطے کی کارگزاریاں دکھانے کے خانے بنے تھے۔ اِس افراتفری کے باوجود ہر شخص اپنی جگہ صاحبِ منصب کارکن تھا اور اچھی طرح جانتا اور سمجھتا تھا کہ ان حالات میں قوم کی اس سے کیا توقعات تھیں۔ چنانچہ نہ صرف غائت درجہ کی فرض شناسی تھی۔ بلکہ شدت کا احساس۔ گہرا خلوص اور ان سب پر چھائی ہوئی ایک عجیب و غریب ناقابلِ بیان امنگ اور تڑپ تھی۔ جو ہر شخص کو اپنے طور پر چل نکلنے اور کر گزرنے پر اُکساتی ہی تھی۔ کس کی بضاعت ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی لاکھوں کروڑوں فتوحات کی تاریخیں قلمبند کرے۔ جنہوں نے نہ صرف ملک کو اِس مہیب آشوب سے سلامت

رکھا۔ بلکہ قوم کے مستقبل کے لئے جہد و عمل کی نئی نئی لائق تقلید روائتیں قائم کیں۔ اس تعمیری دور کی یاد قائم رہے گی۔ تو انہی مثالی کارناموں سے بابسط کے یہ ڈرامے بھی اسی سلسلے کی قائم رہنے والی مثال ہیں۔ جنہوں نے ایسے نازک وقت میں جبکہ چار طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ لاکھوں مایوس و ہراساں دلوں کو نئی امیدیں نئے حوصلے اور نئی زندگی کا پیغام دیا اور قوم کو آبا کے ولولہ انگیز کارناموں کی بصیرت افروز داستانیں سُنا سُنا کر قومیت کے صحیح شعور اور اس کی بنیادی قدروں سے آگاہ کیا۔ اور انہی خطوط پر سعی و عمل کی نئی راہیں دکھائیں۔

ایک اور حیثیت سے بھی یہ مجموعہ اہمیت رکھتا ہے کہ اردو ڈرامائی ادب اس میں سے ایک قابلِ قدر اضافہ ہوتا ہے۔ جو اپنے موضوع کے اعتبار سے اوّلیت کا درجہ رکھتا ہے۔ اسلام کے لائق تعظیم اسلاف کی فتوحات کی داستانیں اس سے پہلے اس شکل میں کہاں لکھی گئیں۔ کہنے کو کم و بیش نصف صدی سے ڈرامہ کو اردو ادب کی مستقل صنف ماناجاتا ہے۔ لیکن جائزہ لینے بیٹھئے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف کہنے ہی بھر کے لئے ہے حقیقت میں ایسا نہیں۔ اردو ڈرامہ اب تک بھی کچھ عجب مشکوک سی حالت میں تجرباتی دور سے گزرتا نظر آتا ہے اور ہرگز بھی اردو ادب کی ایسی مسلّمہ صنف نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔ جیسا کہ کسی صنف کا حق ہے۔

ڈیڑھ لفظوں میں اس کے عروج و ارتقاء کی روداد یوں بیان کی جا سکتی ہے۔ کہ ہمارے ملک میں ڈرامہ کی شروعات نوٹنکی۔ رہس اور ریلا وغیرہ کے کھیل تماشوں سے ہی ہوئی

چنانچہ اِسے مدت العمر تک تماشے سے زیادہ وقیع درجہ نصیب نہ ہو سکا۔ مداری لعل امانت، طالب بنارسی، احسن لکھنوی، بے تاب اور آغا حشر کے اکثر اوائل کے ڈراموں تک نہ اسے ادب سے واسطہ تھا، نہ علم سے سروکار۔ اگر کچھ حیثیت تھی تو نری فنی۔ جہاں اسے اسٹیج پر ناٹک کے روپ میں کھیل لیا جاتا تھا اور بس۔ وہ بھی بہت کچھ قدیم سنسکرت روپکوں کے آدھار اور کچھ فرانسیسی آپرا کی بھدی سی نقالی کی طرز پر۔ ترتیب تھی تو ایک سے لگے بندھے کینڈے پر اور پیشکش تھی تو یکساں سانچے میں ڈھلی۔ انہی کٹھنوں پر تاریخی اور سماجک کھیل بڑھتے رہے اور انہی پر دھارمک اور بھگتی رس والے بھی، گو کبھی کبھی مالکان کی استطاعت کے مطابق سین سینری اور زرق برق لباس میں کچھ ذیلی تبدیلیاں ہوتی تھیں۔ ورنہ اُسی منڈپ میں، سورن کمار، چنڈی داس، گنگا اوترن اور بلوا منگل روپ دھارتا تھا اور اُسی میں ترکی حور، یہودی کی لڑکی، سفید خون اور نورِ اسلام۔ فرق تھا تو صرف زبان کا۔ بعض کھیل اردو میں ہوتے اور بعض ہندی میں لیکن ان میں ادب کا اگر کچھ شائبہ تھا بھی تو محض اتفاقی۔ ایسا کیوں ہوتا تھا۔ یہاں اس کی وجہ جواز بیان کرنا مقصود نہیں۔ اتمامِ حجت کے لئے مان لیجئے کہ ملک کی عام حالت کا اقتضا یہی تھا۔ غرض تھیٹر کے عروج اور زوال کے زمانے تک ڈرامہ کی حیثیت فنی سے زیادہ اور کچھ نہیں مانی جا سکتی۔ البتہ آغا حشر نے اواخر عمر میں بعض ایسے ڈرامے تصنیف کئے۔ جن کی ادبی حیثیت مسلمہ ہے۔ مثلاً دل کی پیاس۔ عورت کا پیار وغیرہ۔ لیکن تب تک تھیٹر فنا ہو چکا تھا اور مسلم کی چکا چوند کے آگے جملہ زرق برق پوشاکیں ماند پڑ چکی تھیں۔ تھیٹر کے

ختم ہو جانے سے ڈرامہ کی رہی سہی فنی حیثیت بھی اپنی موت مرگئی۔ اور اس فنِ لطیف کا سرے سے نام ہی مٹ گیا۔

اس کے بعد سے جیسا کچھ بھی ڈرامہ اُبھرا اپنی ہئیت کے اعتبار سے خالصتاً انگریزی ڈرامہ کے اصولوں پر، اِس قسم کے بعض ڈرامے چند گنے چُنے تعلیمی اداروں میں کبھی کبھی مخصوص طبقوں کو اپنا رقص شرر دکھاتے رہے۔ ورنہ بیشتر مختلف رسائل میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ اِن میں سے شاید دس پانچ سے زیادہ تخلیقی ہوں تو ہوں۔ ورنہ بیشتر انگریزی سے ترجمہ کئے ہوئے شیکسپیئر اور جے ایم، بیری۔ ایس مولیئر اور میٹرلنک، کس چیخوف اور پشکن۔ کہیں آسکر وائلڈ اور گالزوردی اور خال خال ابسن اور سٹیونسن!

یہ تراجم کچھ ایسے اوپری اوپری اور انجانے ڈھنگ پر ہوئے کہ ادب میں ٹھیک سے رَچ بس نہ سکے۔ فن سے تو اُن کو دور کا واسطہ تھا ہی نہیں۔ نری علمی اور کتابی سی چیز بنے رہے۔ الغرض یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے، کہ اس ثانوی دَور کے بعد ڈرامہ اپنی فنی اور علمی دونوں حیثیتوں کے یکساں توازن کے ساتھ اگر کچھ پنپا تو پھر ریڈیو ہی کے ذریعے اور اب بھی اگر اس صنفِ ادب کا کچھ ذرا ظہور چرچا ہے تو از بس ریڈیو ہی کے ذریعے!

ریڈیو ڈرامے کی تکنیک اپنی مخصوص بندشوں اور لاچاریوں کے باعث، کچھ تو قدرے بے ڈھب سی تھی ہی، لیکن زیادہ تر ہمارے تساہل پسند لکھنے والوں کی دانستہ

عدم توجہی کے باعث حق ناحق "ہتوا" بنتی چلی گئی۔ نئے لکھنے والے اسی بہانے اس سے رُوگرداں رہے، معدودے چند حضرات کے علاوہ عام طور پر اچھے لکھنے والوں نے اسے درخورِ اِتمنا نہ سمجھا، نتیجہ یہ ہُوا کہ ملک میں ریڈیو کو رواج پائے اتنا عرصہ گذر جانے پر بھی اچھے معیاری قسم کے ریڈیو ڈرامے ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ اِس لائق ماتم کم مائیگی کا شدید ترین احساس اُس وقت ہُوا جبکہ استقلالِ پاکستان کے بعد عام اقدار میں اتنا زبردست انقلاب آنے پر بھی پھر وہی "کمرہ نمبر پانچ" — "گونگی جورو" — "وِلے بخیر گذشت" — "نیلی رگیں" — "جیب کترا" — "گلنار" — "نشاط" — "ہنسی ہنسی میں" اور ہمچو قسم ہزار بار اُگلے ہوئے نوالے پھر سے نگلنے پر ہم سب نے اپنے آپ کو مجبور پایا۔ بالخصوص ایسے دگرگوں حالات میں جبکہ ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ سی لگی ہوئی تھی۔ حالات کا اقتضا اور ہی کچھ تھا اور سننے والے بھی اور ہی قسم کی ذہنی کیفیت میں مبتلا تھے۔ چنانچہ جہاں تک ممکن ہو سکا اِس قسم کے خالص تفریحی اور مشکوک افادیت کے ڈراموں کو بتدریج کم کرتے کرتے یک قلم موقوف کرنا پڑا۔ اور تعمیری قسم کے فیچر پروگراموں کی بنا ڈالی گئی۔ ضروری ہُوا کہ انہی کے ذیل کچھ ایسے فیچر بھی پیش ہوں۔ جو ڈرامہ کی کمی محسوس نہ ہونے دیں اور اپنا کام بھی کر جائیں۔ سرحد کے اہلِ قلم حضرات میں سے باسط سلیم نے اس کا بیڑا اٹھایا۔ اور مسلسل و پیہم ترمیم و تنسیخ کے پے درپے مطالبات کو کمال استقلال کے ساتھ انگیز کرتے رہے اور "یہ

غازی یہ تیرے پُراسرار بندے" کے سلسلے میں ایسے کامیاب پروگرام تصنیف کئے
ان مخصوص حالات میں یہ پروگرام لبا غنیمت معلوم ہوئے انہوں نے وقت کے اہم
تقاضوں کو قرار واقعی طور پر پورا کیا۔ اور اس لائق ہیں کہ محفوظ رہیں۔

یہ ڈرامے جو وقتاً فوقتاً" سننے والوں تک رنگا رنگ و متحرک صوتی نقوش کی
صورت میں پہونچے اب پڑھنے والوں کے روبرو پیش نظر ہیں۔ یہ بیّن فرق ملحوظ رہے
تو زیادہ مایوسی نہ ہوگی۔ کیوں کہ ریڈیو کی نگارشات اپنی معنوی خوبیاں طباعت میں
ظاہر کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔ اِس لئے ان پروگراموں کی پوشیدہ صلاحیتیں
پڑھنے سے بخوبی واضح نہ ہوسکیں گی۔ یہ کچھ سننے سنانے ہی سے ذہن نشین ہوسکتی ہیں۔
علاوہ ازیں چھپنے سے پہلے ان میں بعض اہم تبدیلیوں کی ضرورت تھی۔ بعض حصّے خود
مصنف کی نظرِ ثانی کے محتاج تھے۔ نہ جانے اِن خامیوں کی طرف توجہ کی گئی یا نہیں۔
میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

سیّد انصار ناصری

"احوالِ واقعی"

قیامِ پاکستان کے بعد ریڈیو پاکستان پشاور سے "زندہ باد پاکستان" کے عنوان سے تعمیری پروگراموں کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا۔ جس کا مقصد عوام کو اُن حوصلہ شکن حالات کا مستقل مزاجی کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ترغیب دینا تھا جو ایک عظیم انقلاب کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے۔ اور انہیں پاکستان کی ظاہر و مخفی ان دولتوں کے وجود کا احساس دلانا تھا جنہیں اپنا کر وہ اپنی تمام اُلجھنوں اور دشواریوں کو مسرت اور خوشحالی میں بدل سکتے ہیں۔ میں پابندی سے ان پروگراموں کو سنتا رہا اور میرے دل میں بھی والہانہ طور پر یہ آرزو بڑھتی گئی۔ کہ میں بھی قوم کے اِن تعمیری پروگراموں میں مقدور برابر حصہ لوں لیکن جلد ہی مجھے مایوس ہونا پڑا۔ کہ ریڈیو کے پروگرام لکھنے کیلئے اس کی ٹکنیک جاننا بھی لازمی ہے۔ چونکہ اس سے پیشتر ریڈیو کے لئے لکھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے سخت پریشان ہو رہا تھا۔ کہ مجھے میرے دوست شیخ شریف نے سہارا دیا۔ اور کہا کہ میں ایک بار ضرور کوشش کر دیکھوں۔ چنانچہ میں نے پہلی بار پہلا فیچر

طارق بن زیاد لکھا اور راہے سید انصار ناصری دہلوی کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا۔ جو خوش قسمتی سے ان دنوں یہیں تشریف فرما تھے، اور پشاور سٹیشن کے شعبہ ڈراما کے انچارج تھے ۔۔۔ "ایک نئے لکھنے والے کا پہلا فیچر، ہندوستان گیر شہرت کے مالک اور امام فن کے ہاتھ میں تھا" ۔۔۔ آپ نے فیچر بغور ملاحظہ فرمایا اور واپس بھی کر دیا۔ اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے منہ میں کونین بھر دی ہو۔ لیکن دوسرے لمحے مجھے منہ کا ذائقہ بدلتا ہوا محسوس ہوا جب کہ انصار صاحب نے اپنے مخصوص مصلحانہ انداز میں ریڈیو ڈرامانگاری کے ایک ایک کر کے سب ہی اسرار و رموز میرے ذہن نشین کرنے شروع کیے۔ جب میں اٹھا، تو نیا حوصلہ نئی امنگ اور نئی تڑپ لے کر اٹھا اور یہی فیچر جو نامنظور ہو چکا تھا، دوبارہ لکھا، اس پر نئی ہدایات موصول ہوئیں، چنانچہ تیسری بار لکھا چوتھی بار لکھا، پانچویں بار لکھا، بار بار اور ہر بار نئی ہدایات ملتی رہیں۔ اور میں رات رات بھر جاگا اور لکھا گیا۔ غرضیکہ یہ نظر فیچروں میں سے ہر ایک فیچر اسی طرح کئی کئی بار لکھنا پڑا تب کہیں یہ فیچر نشر کے قابل صورت اختیار کر سکے ہیں۔ مجھے انصار ناصری صاحب کے یہ الفاظ ابھی تک یاد ہیں کہ "میاں ریڈیو ڈرامے آنکھوں کیلئے نہیں صرف کانوں کے لئے ہیں، اس لئے اس کے سین اس طرح لکھے جانے چاہئیں۔ کہ سننے والے اپنے ذہنوں میں تخیلی نقشے باندھ سکیں اور الفاظ و مکالمے ایسے ہونے چاہئیں کہ ان کی ادائیگی اور لب و لہجہ ان تصویروں میں رنگ آمیزی کر سکے، اگر ڈرامے میں یہ خوبی پیدا نہ کی جا سکے تو بے سود ہے"۔

سچی بات تو یہ ہے کہ انصار ناصری صاحب کے پُرخلوص مشوروں، بار بار کے لکھنے، اور کتابوں کی ورق گردانی کرنے سے مجھے آئندہ لکھنے میں بڑی سہولتیں اور آسانیاں نظر آنے لگیں، اور مجھے یہ محسوس ہوا کہ ریڈیو ڈراما کی تکنیک کچھ مشکل نہیں۔ صرف صحیح رہنمائی اور ذرا سی ہمت کی ضرورت ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں بے حد مسرت حاصل ہوتی ہے۔ کہ مرشد کی پُرخلوص توجہ اور رہنمائی کی وجہ سے یہ فیچر بے حد مقبول ہوئے۔ اور جن حالات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے لکھے گئے تھے، انہیں پورا کرنے میں کسی حد تک کامیاب بھی ثابت ہوئے اور اس سلسلے میں خاکسار کو جس قدر کامیابی حاصل ہوئی۔ وہ انہیں بزرگ رہنما کے فیضانِ صحبت اور بے لوث توجہ کی مرہونِ منت ہے، جنہوں نے یہ ڈرامے اس انداز سے لکھوائے اور خود ہی مؤثر طریق پر پیش کئے۔ اور اکثر کردار خود ادا کئے، اور غالباً میرا یہ دعوٰے بے بنیاد نہیں سمجھا گیا۔ کہ ایسے دلپذیر پروگرام کم ہی کسی ریڈیو سے نشر ہوئے ہوں گے۔

یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ان فیچروں کو لکھنے کے لئے مجھے لائقِ صد تعظیم اسلاف اور مجاہدینِ اسلام کے کارناموں کی زرّیں داستانیں مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ اور اس سلسلے میں ناموروں کے صحیفے دیکھے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا۔ اور حتی الامکان تحقیق و تدقیق اور چھان بین کی۔ تاہم اگر کوئی امر مصدقہ نہ ہو تو اصلاح مشروط ہے۔ کیونکہ نشر کے بعد ان پہ نظرِ ثانی تک نہیں

کی جاسکی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے، کہ نشر کے فوراً بعد ان کی کاپیاں گوشۂ ادب میں پڑی ہوئی تھیں۔

فیچروں کی موجودہ ہیئت یکساں ہے، اور یہ اس لئے کہ اس قسم کے فیچروں کو اس سے بہتر صورت نہیں دی جاسکتی کہ یہی مؤثر اور آسان ہے، ان میں سے ایک فیچر "خالد بن ولید" مصلحت کی بنا پر نشر نہیں کیا گیا۔

اس موقعے پر اپنے مہربان دوستوں "یونس سیٹھی، شیخ شریف، محمد اقبال ریاض، خاطر غزنوی اور انتصار نیو تنوہی کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے ان فیچروں اور پیش نظر مجموعے کی ترتیب میں مدد کی۔

۲ر اگست ۵۱ء

باسط سلیم صدیقی
پشاور

خالد بن ولید

افراد

خالد بن ولید	امیر لشکر مجاہدین
ابو عبیدہ	" "
باہان	عیسائیوں کا امیر لشکر
قوریر	
قناطر	
جرجیر	رومی سردار
جبلہ	
ابوالجعید	
ابوسفیان	ایک مسلمان سردار
ہندہ	ابوسفیان کی بیوی
زبیر	مسلمان سردار
ضرار	" "
حاطب	ایک سپاہی

اور

دوسرے سپاہی

خالد بن ولید

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
تمدن آفریں خلاقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا!
سماں الفقر فخری کا رہا شانِ امارت میں
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہانگیر و جہاندار و جہاں بان و جہاں آرا

راوی:۔ ۱۵ھ۔ خلیفہ ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ خلافت ختم ہو چکا ہے۔ ملک عرب پر حضرت عمر فاروقؓ کی عدل آشنا اور اسلام پرور حکمرانی ہے۔ سیف اللہ خالد بن ولید دمشق فتح کر چکے ہیں امیر المومنین کا قاصد آ کر مراسلہ پیش کرتا ہے۔

قاصد:۔ خدا کی سلامتی ہو آپ پر امیر! امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم کی طرف سے۔ آپکے نام! (مراسلہ دیتا ہے)

خالد:۔ سلامتی ہو تم پر (مراسلہ لیتا ہے) ابوسفیان! پڑھو!

ابوسفیان:۔ خالد بن ولید امیر لشکر کے نام!

سلامتی ہو تم پر ۔۔۔۔۔ اے اباسلمان! تمہیں فتح دمشق مبارک ہو۔ تم نے ارکہ، تدمر، حوران، بصرہ اور دمشق فتح کر کے اپنی جنگی قابلیت کا ثبوت دیا ہے۔ واقعی تم نے ہماری امیدوں سے بڑھ کر کارہائے نمایاں انجام دینے اور ہرقل جیسے عظیم المرتبت اور باجبروت شہنشاہ کی قوت کا شیرازہ منتشر کر دیا لیکن اس کے باوجود ہمیں تم سے شکایت ہے۔ تم اپنے فرائض کی انجام دہی میں لاپرواہی اور غفلت برتتے رہے ہو۔ تم نے آج تک بیت المال کا حساب نہیں دیا۔۔۔ تمہاری اس بھول نے تمہیں اپنے اصولوں سے گرایا ہے کیا تم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ تمہاری اس بھول کی وجہ سے مساوات قائم نہیں رہ سکتی۔۔۔۔ ہم تمہیں سرداری سے معزول کرتے ہیں اور ابوعبیدہ کو امیر لشکر مقرر کرتے ہیں۔ تم اپنے لشکر یوں سمیت یرموک کی طرف بڑھو۔ ابوعبیدہ تمہیں وہیں آملیں گے ۔۔۔۔ یرموک کے میدان میں ہرقل نے شاہ باہان کی قیادت میں لشکر جرار بھیجا ہے جو نہر یرموک کے کنارے خیمہ زن ہے ۔۔۔ انکی مجتمع قوتوں کا اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کرو کہ دنیا پر ثابت ہو جائے کہ اگر دنیا کی تمام قوتیں

ایک مرکز پر سمٹ کر رہ جائیں تو بھی سچائی کو نہیں مٹا سکتیں!۔ ہم تمہاری فتح کے لئے بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو کر دعائیں مانگیں گے!۔۔ ابو عبیدہؓ کا مشورہ اور تمہارے بازو اس مہم کی کامیابی کے ضامن ہیں۔

فقط

شاہی مہر

خالد:۔ (اپنے آپ سے، آہستگی سے) امیر المومنین! کاش آپ جانتے کہ خالد کو سرداری سے کوئی رغبت نہیں۔ بلکہ وہ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونا پسند کرتا ہے۔ خالد سپاہی زادہ ہے (گرجکر) جو بچپن میں بھی کھلونوں سے نہیں کھیلا۔ بلکہ اس وقت سے آج تک تیر اور تلوار سے کھیلتا رہا ہے۔۔

... جب سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوا ہوں شوقِ شہادت بے چین کئے ہوئے ہے۔۔۔ میدانِ جنگ میں پہنچ کر خالد کو ساری دنیا بھول جاتی ہے اور کائنات کی ساری خوشیاں اس وقت محسوس ہوتی ہیں، جب تلواروں کی جھنکاریں سنتا ہوں اور لذتیں اس وقت جب سینے پر زخم کھاتا ہوں۔۔۔

ابو سفیان! لشکریوں کو کوچ کا حکم سنادو۔۔۔ ہم یرموک جا رہے ہیں!

ابو سفیان:۔ بہت خوب!

راوی:۔ خالد بن ولید اپنے لشکریوں کے ہمراہ یرموک کی طرف بڑھے۔ ادھر ابو عبیدہ نے اپنے لشکریوں کو صف آرا ہونے کا حکم دیا اور مجاہدوں کو

مخاطب کر کے کہنے لگے:۔

ابو عبیدہ:۔ اے فرزندانِ توحید! آج ہم ایسی کڑی آزمائش پر جا رہے ہیں جس کا تصور کر کے فرشتے بھی کلیجہ تھام لیں۔۔۔۔ لیکن یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ مسلمان آزمائشوں ہی کے لئے پیدا ہوا ہے۔ جو آزمائش میں کامیاب نہیں اترا۔ وہ مسلمان ہی نہیں۔۔۔۔ صبر اور شکر مسلمان کی زندگی کا حاصل ہے۔۔۔۔ ہرقل نے لاکھوں کی تعداد میں رومی سپاہی میدانِ جنگ میں بھیجے ہیں۔ لیکن ہمیں کثرت سے مرعوب نہ ہونا چاہئے۔ ہنستے ہوئے میدانِ کارزار میں جاؤ اور ایسی مثال قائم کرو کہ جس کی نظیر دنیا کی تواریخ قیامت تک نہ پیش کر سکے انشاء اللہ اس جنگ میں جیت ہماری ہو گی۔۔۔ خدا اور اس کا محبوب رسول محمد مصطفےٰ ہماری پشت پر ہیں۔

نعرۂ تکبیر ——— اللہ اکبر

راوی:۔ فوجی بگل بجا۔ مجاہدوں کا لشکر جوشِ جہاد کے نشے میں چور عازمِ یرموک ہو گیا خالد پہلے ہی سے وہاں پہنچ چکے تھے۔ جلد ہی دونوں لشکر آپس میں مل گئے۔۔۔۔ رومیوں کا کیمپ مسلمانوں کے کیمپ سے سات میل کے فاصلے پر تھا۔

۔۔۔ یہ میدان تقریباً چودہ میل چوڑا اور اتنا ہی لمبا تھا۔ رومیوں کی کل تعداد دس لاکھ سے زیادہ تھی اور مجاہدینِ اسلام صرف تئیس ہزار۔۔۔ رومیوں کا سرلشکر شاہ باہان اپنے دربار میں بیٹھا تھا۔ یہ خیمہ اتنا بڑا تھا کہ اس میں

پانچ سو آدمی آسانی سے آسکتے تھے۔ اس میں چار سو چاندی کی کرسیاں پڑی تھیں۔ دیباجے کا فرش تھا۔ شاہ باہان چاندی کے تخت پر بیٹھا تھا جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس وقت مجلسِ شوریٰ منعقد تھی۔

باہان :۔ اے رومی سردارو! آپ کو صرف اس لئے طلب کیا گیا ہے کہ ہم سب مل کر یہ فیصلہ کریں کہ ہمیں کون سا قدم اُٹھانا چاہیئے۔۔۔۔

(وقفہ)

مجھے حیرت ہے کہ دس لاکھ کا لشکرِ جرّار جو آٹھ میل کی وسعت لئے ہوئے ہے جس کا ہر سپاہی لوہے میں غرق ہے۔ بہترین سامانِ جنگ با افراط موجود ہے اس کے مقابلے میں مسلمان صرف تیئس ہزار ہیں۔ آخر وہ کونسی چیز ہے جس کے بل بوتے پر وہ لوگ فولاد کی چٹانوں سے سر ٹکرانے کی جرأت کر رہے ہیں

جرجیر :۔ سنا ہے کہ وہ لوگ بہت بہادر ہیں۔ وہ گھر سے عہد کر کے چلتے ہیں کہ میدان میں اگر فتح نصیب نہ ہوئی تو کٹ مریں گے۔ لیکن دشمن کو پیٹھ دکھا کر اپنی آن پر دھبّہ نہ لگنے دیں گے۔ معلوم نہیں یہ کہاں تک صحیح ہے۔

جبلہ :۔ میں عرب ہوں! وہ بھی عرب ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور میں عیسائی ہوں۔ آپ نے جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے۔ وہ اکثر جنگ میں اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہیں۔۔۔ اور جب وہ نعرہ لگاتے ہیں تو زمین کانپ جاتی ہے پہاڑ لرز اُٹھتے ہیں اور دشمن کی صفوں کو پکی فصل کی طرح کاٹ ڈالتے ہیں

قناطر (طنزیہ) اور ان کے مقابلے میں ہم بزدل ہیں۔ ڈرپوک ہیں... یہی آپ کا مطلب ہے نا؟

قوریہ:۔ سردار قناطر! جبلہ ٹھیک کہہ رہے ہیں! مجھے شک ہے کہ وہ باوجود قلیل تعداد ہونے کے کہیں ہمیں شکست نہ دے دیں۔ مانا! کہ ہم تعداد میں دس لاکھ سے بھی زیادہ ہیں مگر ہمارے لشکر میں بے شمار سپاہی ایسے ہیں جو جبراً بھرتی کر کے لائے گئے ہیں اور وہ سپاہی جو اپنی مرضی سے میدانِ جنگ میں نہ آئے کیا آپ اس سے سرفروشی کی اُمید رکھ سکتے ہیں؟

باہان:۔ قوریہ! تم ٹھیک کہتے ہو... واقعی! ہمارے لشکر میں ہزاروں سپاہی ایسے ہیں جو سخت بے دل نظر آتے ہیں۔

قوریہ:۔ ایک بزدل سپاہی سارے لشکر کو بزدل اور ناکارہ بنا دیتا ہے۔

باہان:۔ میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کے پاس سفیر بھیجا جائے اور ان سے صلح کی بات چیت کی جائے۔ ہم ان کو وہ تمام علاقے دینے کو تیار ہیں۔ جو انہوں نے فتح کئے ہیں۔

جرجیر:۔ بہت صائب رائے ہے! میرا خیال ہے کہ کسی کو سفارت کے لئے منتخب کر لیجئے اور وہ ابھی جا کر مسلمانوں کے سرِ لشکر سے بات چیت کر لے

قناطر:۔ میری رائے میں سفارت کے لئے آپ سے زیادہ اور کوئی موزوں نہیں!

قوریہ:۔ مجھے آپ سے اتفاق ہے۔

00 636NS

باہان :- بہتر ہے اگر آپ سب کی یہی رائے ہے تو میں بھی آپ سے متفق ہوں۔
... جرجیر! آپ تیاری کیجئے ... ایک ہزار مسلح سپاہی اپنے ساتھ لے جایئے
... ہم یہیں آپ کا انتظار کریں گے۔

جرجیر :- میں تیار ہوں! ... اگر مناسب شرائط پر صلح ہو جائے تو بہتر
ورنہ میں واپس لوٹ آؤں گا۔

باہان :- پہلے نرمی سے بات چیت کرنا۔ اگر وہ نہ مانیں تو انہیں اپنی طاقت سے
مرعوب کرنے کی کوشش کرنا۔ ڈرا دھمکا کر جیسے بھی ہو ان کا خیال معلوم کر لینا

جرجیر :- بہت بہتر ـــــ میں جاتا ہوں! (چلا جاتا ہے)

راوی :- جرجیر اپنے خیمے میں گیا۔ زر نگار لباس پر زرہ پہنا۔ سر پر فولادی خود
رکھا گلے میں مرصع صلیب حمائل کی تلوار اور ڈھال سنبھالی۔ چرخ اور کمان بائیں
شانے پر رکھی۔ ترکش پشت پر ڈالا اور خیمے سے باہر آیا۔ خادم گھوڑا لئے
کھڑا تھا۔ ایک ہزار مسلح سپاہی تیار کھڑے تھے۔ سب گھوڑوں پر سوار ہو
کر مجاہدوں کے لشکر کی طرف چلے۔ مجاہدوں کے کیمپ کے قریب پہنچ کر
جرجیر نے ایک مسلمان سپاہی سے کہا۔

جرجیر :- اے برادر عربی! میں رومی سردار جرجیر ہوں اور آپ کے امیر لشکر
سے ملنے کے لئے آیا ہوں!

سپاہی :- بہت اچھا میں جا کر ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

وقفہ

ابو عبیدہ :۔ مجھے ابو عبیدہ کہتے ہیں — میں امیرِ لشکر ہوں ..... فرمائیے! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جرجیر :۔ میں شاہ باہان کی طرف سے صلح کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ آپ نے جو علاقے فتح کئے ہیں وہ سب آپ کو دینے کے لئے تیار ہیں۔

ابو عبیدہ :۔ لیکن اس کے باوجود صلح نہیں ہو سکتی۔

جرجیر :۔ کیوں؟

ابو عبیدہ :۔ اس لئے کہ آپ تثلیث پرست ہیں۔ دنیا بھر کی طاقتیں مسلمانوں کی دشمن ہیں وہ سب مل کر ہمیں مٹا دینا چاہتی ہیں ..... مگر ہم انہیں کہتے ہیں کہ گمراہی چھوڑ کر سچے راستے پر آجاؤ اور کلمہ لا الٰہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھو اور ہمارے بھائی بن جاؤ۔ ورنہ جزیہ دو۔ وہ ہماری باتیں مانتے نہیں اور ہم اُن کے مٹائے مٹتے نہیں۔ کیا آپ کو ہماری باتیں منظور ہیں؟

جرجیر :۔ نہیں! ہم خدا کے بیٹے کو ناراض نہیں کر سکتے!!

ابو عبیدہ :۔ رومی سردار! یہی تو آپ کی غلطی ہے کہ آپ حضرت عیسٰی کو خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ خدا نہ کسی کا باپ ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے یہ گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ شرک ہے۔ اگر آپ ہمارے رسول کا کلمہ پڑھیں اور شرک سے توبہ کر لیں تو ہم آپ کو گلے لگانے کے لئے تیار ہیں۔

جرجیر :- مسلمان سردار! آپ ہمارے مقدّس مذہب کی توہین کر رہے ہیں۔ ہم خونریزی پسند نہیں کرتے۔ ہم نے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن آپ سمجھ نہیں سکے۔ اب ہم مجبور ہیں . . . ہماری بے پناہ قوّت سے آپ ٹکرانے کی جرأت کر رہے ہیں۔ اب بھی وقت ہے۔ سوچ لیجیے، ورنہ رومی ٹڈی دل لشکر آپ کو کچل کر رکھ دے گا۔

ابو عبیدہ :- (گرج کر) آپ اپنی حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔ جائیے! حملے کی تیاری کیجیے! مسلمانوں کے نیزوں کی نوکیں آپ کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہیں!!

راوی :- صلح کی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ جرجیر واپس چلا گیا۔ باہان معہ دیگر سرداروں کے جرجیر کا منتظر تھا۔

(گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز)

قناطر :- شاید جرجیر واپس آ گئے ہیں۔

جرجیر :- (خیمے میں داخل ہو کر) دیوانے کہیں کے!

باہان :- کیوں جرجیر؟ کیا صلح نہیں ہو سکی؟

جرجیر :- نہیں! وہ لوگ صلح نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ لڑنا چاہتے ہیں . . . میں حیران ہوں کہ اُن پر میری دھمکیوں کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ بالکل بے خوف نظر آتے ہیں۔

باہان:۔ (سوچ کر) ہوں!.... تو کل ان کی شجاعت کا امتحان لینا چاہیئے۔
(وقفہ) جبلہ! تم کل ساٹھ ہزار بہادروں کو لے کر جاؤ۔ اور ان کی بہادری کا اندازہ لگاؤ۔ ان کے ہر حملے کو ناکام بناؤ۔ چٹان کی طرح ڈٹ کر مقابلہ کرو۔۔۔ اور ان پہ ثابت کر دو کہ یرموک کے میدان سے ایک مسلمان بھی بچ کر نہیں جا سکتا!

جبلّہ:۔ بہت بہتر! میں جا کر تیاری کرتا ہوں اور لشکر میں سے بہترین سپاہی منتخب کرتا ہوں تاکہ مسلمانوں کا سر غرور نوکِ سناں سے خم کر دیا جائے۔

باہان:۔ مناسب رائے ہے۔ تم کو اجازت ہے.... جا کر تیاری کرو!

جبلّہ:۔ بہت بہتر! (چلا جاتا ہے)

راوی:۔ دوسرے دن صبح سویرے ساٹھ ہزار عیسائی لوہے میں غرق تیار کھڑے تھے۔ جبلہ نے گلے میں جڑاؤ صلیب لٹکائی۔ فولادی زرہ پہنا۔ پادریوں نے مذہبی گیت گائے اور چاندی کی بڑی صلیب کو عود و لوبان کی دھونی دی۔ جبلہ نے صلیب کو بوسہ دیا۔ راہبوں اور مذہبی پیشواؤں نے دعائیں دیں۔۔۔ باجہ بجنا شروع ہوا اور رومی لشکر نہایت تزک و احتشام سے آگے بڑھا۔۔۔ ادھر ابو عبیدہ کو خبر ملی تو انہوں نے اپنے سرداروں کو مشورہ کے لیئے طلب کیا۔

ابو عبیدہ:۔ خالد! ساٹھ ہزار رومی سپاہی میدان میں آ رہے ہیں۔ تم ایک ہزار جانباز

لے کر جاؤ اور ان کے خوش آئند خوابوں کا طلسم توڑ ڈالو۔

خالد:۔ امیر یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ ساٹھ ہزار کے مقابلے کے لئے ایک ہزار مجاہد؟

ابو عبیدہ:۔ تم چاہو تو زیادہ لے جا سکتے ہو!

خالد:۔ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ انہیں ہمارا امتحان مطلوب ہے۔ میں صرف تیس ساتھی لے کر جاؤں گا۔

ابو عبیدہ:۔ صرف تیس مجاہد؟

خالد:۔ جی ہاں۔ صرف تیس! اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے ساتھی منتخب کر لوں

ابو عبیدہ:۔ خالد! تم جلد بازی کر رہے ہو!

خالد:۔ یہ جلد بازی نہیں امیر!

ابو عبیدہ:۔ تو پھر کیا ہے! تمہارا ایک سپاہی دو ہزار سے لڑے گا؟

خالد:۔ جی ہاں! ایک دو ہزار سے لڑے گا اور انشاء اللہ جیتے گا!

ابو عبیدہ:۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ایک مسلمان دو سے زیادہ کے ساتھ نہ لڑے

خالد:۔ جی نہیں یوں نہیں! بلکہ یوں ہے کہ ایک مسلمان دو کافروں سے ہار نہ مانے باقی اس کی ہمت پر منحصر ہے۔ خواہ ایک مسلمان دشمن کے سارے لشکر سے نبرد آزما ہو جائے!

ابو عبیدہ:۔ اچھا تمہاری مرضی! لیکن بہتر ہو گا۔ کہ تم تیس کی بجائے ساٹھ مجاہد منتخب کر لو!

خالد :- بہت بہتر ساٹھ ہی سہی۔ اب میں جا کر سپاہی منتخب کرتا ہوں..... آپ بھی آیئے۔

(دونوں چل کر سپاہیوں کے قریب آجاتے ہیں اور خالد سپاہی منتخب کرتا ہے)

خالد :- میں جس مجاہد کا نام لوں۔ وہ فوراً صفوں سے باہر آتا جائے (وقفہ).... حضرت زبیر، حضرت ضرار، حضرت رافع، حضرت ربیع، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی سفیان حضرت یعقوب، حضرت قعقاع، حضرت قیس، حضرت سہیل حضرت سوید، حضرت کعب، حضرت بلال، حضرت حاطب، حضرت ....

حاطب :- (بات کاٹ کر) اے ابا سلمان! ٹھہریئے... پیشتر اس کے کہ آپ اور مجاہدوں کے نام لیں میری بات کا جواب دیجئے۔

خالد :- کہو۔ حاطب تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

حاطب :- آپ کو معلوم ہے کہ سہیل میرا چھوٹا بھائی ہے اور یہ بھی کہ میں اس سے پہلے مسلمان ہوا ہوں اور اس سے بہادر بھی ہوں۔ پھر آپ نے مجھ سے پہلے اُس کا نام کیوں لیا؟ مجھے شوق شہادت اور شوق جہاد کسی سے کم تو نہیں؟

خالد :- حاطب! تم نے جو کچھ کہا درست ہے۔ لیکن جس جس پر میری نظر پڑتی رہی

ہے۔ میں اُسے پکارتا رہا ہوں۔

ابو عبیدہ:۔ حاطب! تم خاموش رہو۔ خالد اس وقت تمہارے سالار ہیں۔ تم پر اطاعتِ سالار فرض ہے

حاطب:۔ یا امیر! میں جانتا ہوں اور اس گستاخی کا مرتکب صرف اس لئے ہوا کہ میں جہاد کے لئے اپنے چھوٹے بھائی سے پہلے پکارا جانا چاہتا ہوں۔

خالد:۔ حاطب! تمہیں کچھ اور کہنا ہے؟

حاطب:۔ نہیں امیر!

خالد:۔ خوب! جاؤ صف میں کھڑے ہو جاؤ۔ ہم جلد از جلد میدان میں جانا چاہتے ہیں۔

راوی:۔ خالد نے ساٹھ مجاہد منتخب کئے اور خدا کے حضور میں سربسجود ہو کر فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں...... اور گھوڑوں پر سوار ہو کر میدانِ جنگ میں جا پہنچے۔ باہان اپنے سرداروں سمیت ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا ہو گیا اور ادھر ابو عبیدہ معہ اپنے سرداروں کے لڑائی کا تماشہ دیکھنے لگے۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے اور لب پر دُعائیں۔ وہ بار بار یہی کہہ رہے تھے کہ الٰہی فرزندانِ توحید کا تو ہی حافظ و ناصر ہے۔ عزّت اور ذلّت تیرے ہاتھ میں ہے... تو ہی رحیم و کریم ہے۔

(گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز)

جبلہ :۔ شاید مسلمان صلح کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ کیونکہ یہ تو مٹھی بھر سپاہی ہیں (طنزیہ) آخر ڈر ہی گئے (قہقہہ لگاتا ہے) میں جا کر اُن کے سردار سے بات کرتا ہوں۔

(گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز)

جبلہ :۔ (ذرا فاصلے پر ٹھہر کر پوچھتا ہے) اے مسلمانو! تمہارا سردار کون ہے؟

خالد :۔ میں ہوں! خالد بن ولید!

جبلہ :۔ اوہو تم ہو خالد بن ولید! کیا تم صلح کا پیغام لے کر آئے ہو؟

خالد :۔ نہیں میں لڑنے آیا ہوں۔

جبلہ :۔ (طنزیہ) ان گنتی کے سپاہیوں کو لے کر؟

خالد :۔ ہاں اِن چند سپاہیوں کو لے کر!

جبلہ :۔ خالد! بہتر ہو گا کہ تم واپس چلے جاؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ ورنہ تمہیں ہمارے شہسوار اپنے گھوڑوں کے سموں تلے مسل ڈالیں گے۔

خالد :۔ (گرج کر) اُسے خدا بہتر جانتا ہے۔ مسلمان میدان میں آکر ناکام واپس لوٹنے کے عادی نہیں۔

جبلہ :۔ تم اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو اور تمہاری یہ خواہش ہم ابھی پوری کئے دیتے ہیں۔

(جبلہ واپس چلا جاتا ہے۔ نقارے پر چوٹ پڑتی ہے۔ طبل کی آواز)

خالد :- (اپنے مجاہدوں سے) اے ایمان والو! اس وقت ہم میدان میں ہیں۔ دشمن ہمارے سامنے ہے۔ میں زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ صرف اتنا کہوں گا کہ جو ہمت کرتے ہیں خدا ان کی مدد کرتا ہے اور جن کی خدا مدد کرتا ہے۔ وہ کبھی اپنی مہم میں ناکام نہیں ہوتے۔ آگے بڑھو اور دنیا میں یہ مثال قائم کردو کہ یرموک کے میدان میں صرف ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار رومیوں کو ذلت آمیز شکست دی!!!

نعرۂ تکبیر ——— اللہ اکبر

(وقفہ)

خالد :- آگے بڑھو! ضرار تم میمنہ پر جھکو ——— زبیر! تم میسرہ کی صفوں کو درہم برہم کردو۔ میں قلب میں رہوں گا۔ ہمتِ مرداں مددِ خدا۔

جبلہ :- رومی شیرو! ان مٹھی بھر مسلمانوں کو ایک حملہ میں حرفِ غلط کی طرح مٹا ڈالو! ——— مقدس باپ ہمارے ساتھ ہے!!

(دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں)

مسلمان :- نعرۂ تکبیر ——— اللہ اکبر۔

راوی :- مسلمان عیسائیوں کی صفوں میں گھس گئے اور انہیں اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ ضرار نیزے سے رومیوں کے سینے پھاڑ رہے تھے۔ زبیر تلوار سے سر اڑا رہے تھے ——— اور سیف اللہ خالد بن ولید جس صف پر گرتے وہ نظر نہ آتی۔

دور سے شاہ باہان اپنے سرداروں کے ہمراہ اور ابو عبیدہؓ اپنے سرداروں سمیت اونچے ٹیلوں پر کھڑے جنگ کا حال دیکھ رہے تھے۔ باہان کہہ رہا تھا کہ مسلمان تو نظر ہی نہیں آتے۔ شاید مارے جا چکے ہیں ——— اور ابو عبیدہ مصروفِ دعا تھے کہ یا الٰہی تو ہی اپنے بندوں کا مددگار رہو۔ آفتاب نصف النہار تک پہنچ گیا۔ میدان لاشوں سے اٹ گیا۔ گھوڑے ٹھوکریں کھانے لگے ——— پیاس کی شدت سے مجاہد بے حال ہونے لگے۔ لیکن تکبیر کے نعرے ہر دم اُن میں نئی روح پھونکتے رہے۔ جبلہ کے اوسان خطا ہونے لگے ——— رومیوں کو موت ہاتھ میں تلوار لئے سامنے رقص کرتی ہوئی نظر آنے لگی ——— اب آفتاب حجاز مغرب کی طرف جھکنے لگا۔ سیف اللہ کے بازو شل ہو کر رہ گئے ——— کچھ جانبازوں نے ان کے گرد حلقہ بنا لیا اور وہ ذرا سستانے لگے رومیوں نے پھر ایک اور دوسرا شدید حملہ کیا۔ مسلمانوں نے مندوہ رہبر مدافعت کی ——— اب خالد حلقہ سے نکلے اور . . .

خالد: نعرۂ تکبیر ——— اللہ اکبر ——— توحید پرستو ——— رات سے پہلے یا تو خود کٹ مرو۔ یا رومیوں کو موت کی آغوش میں سلا دو . . . . حملہ کرو . . . . حملہ کرو . . . . یعقوب . . . . سوید . . . . قیس . . . . دیکھو میسرہ کے رومی بھاگنے والے ہیں . . . . ضرار . . . . سہیل . . . . بلال میمنہ والے تھک چکے ہیں . . . . ایک حملہ کرو . . . . صرف ایک حملہ . . .

نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریب

(جنگ کی آواز بدستور آتی رہے)

(وقفہ)

خالد:۔ تاریکی بڑھتی جا رہی ہے . . . . لو دشمن بھاگ نکلا۔ مسلمانوں تعاقب کرو . . . . خبردار دشمن زندہ نہ بچنے پائے : . . . (بے شمار گھوڑوں کے بھاگنے کی آوازیں)

(وقفہ)

الحمد للہ! میرے بہادر ساتھیو! فتح مبارک ہو . . . . یہ جنگ دنیا کے تختے پر اپنی قسم کی پہلی اور آخری جنگ ہوگی

ایک :۔ شکر ہے پروردگار! تو نے اپنے بندوں کو فتح سے نوازا ___ !

خالد :۔ اپنے ساتھی گنو!

ایک :۔ (بیس تک گنتا ہے) آپ کے سمیت ہم بیس ہیں۔

خالد :۔ کیا کہا ___ ہم بیس ہیں؟ اور باقی چالیس؟ یا الٰہی میں تجھے کیا جواب دوں گا؟

ایک :۔ شاید باقی تعاقب کرتے کرتے آگے نکل گئے ہیں۔

خالد :۔ خدا کرے تمہارا خیال درست ہو۔

(گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آتی ہیں)

ایک : شاید وہ آ رہے ہیں۔

خالد:۔ تلواریں سونت لو۔ ہو سکتا ہے وہ نہ ہوں۔

(گھوڑے قریب آجاتے ہیں)

زبیر: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

خالد:۔ وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ'۔ زبیر! تمہارے ہمراہ کتنے مجاہد ہیں۔

زبیر:۔ ہم پچیس ہیں امیر!۔ ضرار، رافع، ربیعہ، یزید بن ابی سفیان، عاصم تعاقب کرتے وقت گرفتار کر لئے گئے ہیں...... اور آپ کے ہمراہ کتنے ہیں؟

خالد:۔ (سنجیدگی سے) ہم بیس ہیں.... (وقفہ).... (جوش سے) زبیر... زبیر! یہ کیا ہوا؟...... ہمارے بہترین ساتھی گرفتار کر لئے گئے.... میں واپس نہیں جاؤں گا..... میں واپس نہیں جاؤں گا..... میں جاتا ہوں.... میں انہیں رہائی دلا کر واپس لوٹوں گا۔

زبیر:۔ سارے دن کے تھکے ہارے ہیں آپ!... واپس چلئے...... انہیں جلد رہا کروا لیا جائے گا۔

خالد:۔ ہوں...... لیکن!... لیکن!...... اوہ.... اچھا.. چلو...

(واپس لوٹ جاتے ہیں۔ وقفہ)

خالد:۔ سلامتی ہو آپ پر امیر!

ابو عبیدہ:۔ (خوش ہو کر) خالد! خالد! سلامتی ہو تم پر..... واقعی تم سیف اللہ ہو۔ آؤ پروردگار کا شکر ادا کریں۔ جس نے ہمیں سرخرو کیا۔

(باہان اپنے خیمہ میں جنگ کے نتیجے کا انتظار کر رہا ہے)

سپاہی:۔ (ہانپتے ہوئے) حضور...... ہمارے سپاہی شکست کھا کر بھاگ آئے ہیں۔

باہان:۔ (حیرت سے) شکست؟... شکست؟ ..... یہ میں کیا سن رہا ہوں؟

(جبلّہ داخل ہوتا ہے)

جبلّہ:۔ خداوند!

باہان:۔ (غصّہ سے) جبلّہ کتنے مسلمان مقابلہ کے لئے آئے تھے؟

جبلّہ:۔ صرف ساٹھ خداوند!

باہان:۔ صرف ساٹھ؟ صرف ساٹھ مسلمانوں نے تمہارے ساٹھ ہزار سپاہیوں کو شکست دی؟ ..... جبلّہ تم کونسا منہ لے کر میرے سامنے آئے ہو؟

جبلّہ:۔ عالیجاہ! ہمیں مسلمانوں کی طرح تقدیر کو بدل دینا نہیں آتا۔ مسلمان صرف فطرت کے بازوؤں سے نہیں لڑ سکتے۔ باقی وہ تمام دنیا سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ رکھتے ہیں...... پر آج کی جنگ نے ثابت کر دیا ہے ...ان کے سارے لشکر میں صرف چھ جانباز ایسے ہیں۔ جو اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ان سے پانچ گرفتار کر لایا ہوں...... ایک خالد باقی رہ گیا ہے۔ جو آج ان کی کمان کر رہا ہے۔

باہان:۔ کہاں ہیں وہ پانچ مسلمان؟

جبلّہ:۔ حراست میں ہیں! اگر آپ پسند کریں تو پیش کر دوں۔

باہان :۔ نہیں ۔ اس وقت نہیں۔ صبح دیکھیں گے۔۔۔۔۔۔ (وقفہ) آج کی جنگ
میں اپنے کتنے سپاہی ضائع ہوئے ہیں۔

جبلّہ :۔ پانچ ہزار

باہان :۔ پانچ ہزار!۔ تعجب ہے! حیرت ہے!! آخر مسلمان بھی تو ہماری طرح
انسان ہے۔ ان کے چار بازو بھی تو نہیں؟ ۔۔۔۔۔ (وقفہ) ۔۔۔۔۔ جیسے
بھی ہو صبح خالد کو یہاں بلواؤ! ہم ان سے صلح کی بات کریں گے۔۔۔۔۔
(ٹہلتے ہوئے) تعجب ہے ۔۔۔۔۔ حیرت ہے ۔۔۔۔۔۔ کہاں ساٹھ اور
کہاں ساٹھ ہزار ۔۔۔۔۔ اور پھر شکست! ذلت آمیز شکست!! جاؤ جبلّہ!
محافظوں سے کہدو۔ اس وقت ہم کسی سے نہ ملیں گے!!

(جبلّہ چلا جاتا ہے)

وقفہ

خالد :۔ صبح انشاء اللہ میں اپنے ساتھیوں کو چھڑانے جاؤں گا۔

ابوعبیدہ :۔ چلے جانا۔ لیکن وہاں حوصلے سے کام لینا جلد بازی نہ کر بیٹھنا!

خالد :۔ بہتر ہے۔ (وقفہ) ۔۔۔ آج دس مجاہد شہید ہوئے ۔۔۔۔۔ اور پانچ
گرفتار ۔۔۔۔ آہ ۔۔۔۔

ابوعبیدہ ۔ تسلی رکھو خالد ۔۔۔ آج کی جنگ رہتی دنیا تک ایک عبرت ناک مثال بن کر
قائم رہے گی ۔۔۔ اب تم جا کر آرام کرو۔

خالد :- بہت خوب (چلا جاتا ہے)

راوی :- صبح ہوئی۔ رومیوں کا سفیر قناطر مسلمانوں کے لشکر کے قریب آکر رکا اور ایک سپاہی سے پوچھا۔

قناطر :- اے برادر عربی! میں خالد بن ولید سے ملنا چاہتا ہوں۔

سپاہی :- آپ کون ہیں؟

قناطر :- میں ایک رومی سردار ہوں۔ انہیں ہمارے امیر شاہ باہان نے یاد فرمایا ہے۔

سپاہی :- بہت اچھا۔ میں جاکر ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

(وقفہ)

خالد :- (آکر) فرمایئے رومی سردار! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں!

قناطر :- کیا آپ ہی خالد بن ولید ہیں؟

خالد :- جی ہاں۔ مجھے خالد بن ولید کہتے ہیں۔

قناطر :- آپ کو ہمارے سالارِ اعظم شاہ باہان نے یاد فرمایا ہے

خالد :- بہت اچھا! میں ابھی اپنے امیر سے اجازت حاصل کرکے آتا ہوں۔

(وقفہ)

(خالد اپنے ساتھ سو مسلح سوار لے کر آتا ہے)

خالد :- چلئے سردار

قناطر:۔ چلئے!۔ (گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز)

(رومی کیمپ میں پہنچتے ہیں)

خالد:۔ اپنے سالار کو اطلاع کر دیجئے۔

قناطر:۔ بہت اچھا۔ (خیمہ کے اندر جاتا ہے اور پھر باہر آتا ہے)

(وقفہ)

خالد! آپ اکیلے اندر تشریف لائیں۔ تمام سپاہیوں کے ہتھیار اور گھوڑے ہمارے سپاہیوں کے حوالے کر دیں۔

خالد:۔ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ سپاہی اپنا ہتھیار دشمن کے ہاتھ میں نہیں دیا کرتے۔۔ ۔۔۔ اور نہ ہی میں اکیلا اندر جاؤں گا۔ اپنے سالار سے پوچھ لو۔ اگر منظور ہو تو خیر۔ ورنہ ہم واپس جاتے ہیں۔

قناطر:۔ بہت اچھا میں پھر پوچھتا ہوں۔ (جا کر پھر آتا ہے)

(وقفہ)

...... خالد آپ تشریف لا سکتے ہیں اور آپ کے ساتھی بھی!

خالد:۔ بہت اچھا!

(خیمہ کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ خیمہ کے اندر چار سو سردار اپنی مخصوص جگہوں پر بیٹھے ہیں اور بے شمار چاندی کی کرسیاں خالی پڑی ہیں)

باہان:۔ باہان اپنے بہادر دشمن خالد اور اس کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہتا ہے

خالد :- میں اور میرے ساتھی عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

باہان :- تشریف رکھئے۔

(خالد کرسیوں پر نہیں بیٹھتا بلکہ باہان کے قریب جاکر جہاں دیباج کا فرش پڑا ہے۔ اسے اُلٹ کر رکھ دیتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو زمین پر بیٹھنے کو کہتا ہے۔ کھٹا کھٹ کی آوازیں)

خالد :- مسلمانو! یہاں بیٹھو!

باہان :- خالد! یہ آپنے کیا کیا؟ ہم نے آپکے لئے چاندی کی کرسیاں ڈلوائیں —— دیباج کے فرش پر نرم قالینوں کے گدیلے بچھوائے۔ اور آپ نے سب کچھ اُلٹ کر رکھ دیا؟ — آپ نے ہمارے دربار میں شاہی آداب کو بالائے طاق رکھ کر ہماری توہین کی ہے۔

خالد :- سالار اعظم! ہم مسلمان ہیں ہم انسان کی پرستش نہیں خدا کی پرستش کرتے ہیں خدا کے بنائے ہوئے فرش سے انسان کا بنایا ہوا فرش ہمارے نزدیک بہتر نہیں ہو سکتا۔

باہان :- خالد! مقدس باپ کی قسم آپ بہترین انسان ہیں۔ کاش!! میں آپ کا بھائی بن سکتا!!!

خالد :- آپ ہمارے بھائی بن سکتے ہیں۔

باہان :- کیسے؟

خالد: اگر آپ شرک سے توبہ کریں۔ خدا کو وحدہٗ لاشریک مانیں ــــ اور اس کے محبوب رسول کا کلمہ پڑھیں تو آپ ہمارے بھائی بن سکتے ہیں۔

باہان:۔ اگر ہم کلمہ نہ پڑھیں تو مصالحت کی کوئی صورت ہو سکتی ہے ؟

خالد:۔ جی ہاں ہو سکتی ہے ــــ ہر جوان مرد ایک دینار سالانہ جزیہ دے۔

باہان:۔ یہ نہیں ہو سکتا! یہ تو سخت ذلت ہے۔

خالد:۔ تو پھر تمام باتوں کا حل تلوار سے ہو سکتا ہے۔

باہان:۔ (گرج کر) ہم ابھی تک نرمی سے پیش آتے رہے ہیں.... آپ ہمارے دربار میں ہمیں للکار رہے ہیں...... آپ ہمارے جلال کو جھنجھوڑ رہے ہیں.... آپ ہمارے شاہی عتاب کو دعوت دے رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہو گا؟

خالد:۔ (گرج کر) ہم انجام کی پرواہ نہیں کرتے! ہمیں صرف خدا کی ذات پر بھروسہ ہے.... خالد کی تلوار اس کے قبضے میں ہے۔ میری بلا سے اگر آپ کے ماتھے پر ایک نہیں دس بل پڑیں۔

باہان:۔ خالد تم اپنی حد سے متجاوز ہو چکے ــــ جبلہ!! فوراً ان پانچ قیدیوں کو حاضر کرو۔ ہم ابھی ان کے سامنے انہیں قتل کرواتے ہیں۔

خالد:۔ مسلمانو! تلواریں نکالو!! (خود تلوار نکال کر باہان کے سینے پر رکھ دیتا ہے) کہو!..... باہان کہو! کہ میں ان پانچوں قیدیوں کو رہا کرتا ہوں۔

باہان:۔ (نرمی سے) خالد! تلوار ہٹالو۔ ہم صرف تمہارا امتحان لے رہے تھے۔
.... ہم آپ کے ساتھیوں کو ابھی رہا کر دیتے ہیں

خالد:۔ قسم کھا کر کہئے۔

باہان:۔ ہم یسوع کی قسم کھا کر کہتے ہیں۔

(جبلہ پانچ قیدیوں کو لے کر حاضر ہوتا ہے)

قیدی:۔ (مسلمانوں کو سلام کرتے ہیں) السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

مسلمان:۔ وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

خالد:۔ اپنا وعدہ پورا کیجئے۔

باہان:۔ جبلہ! انہیں رہا کر دو۔

خالد:۔ اِن کی سواری کے لئے گھوڑوں کا انتظام بھی کروایئے۔

باہان:۔ جبلہ! فوراً پانچ گھوڑوں کا انتظام کرو۔ خالد! اب ہم میدانِ جنگ میں
ملاقات کریں گے۔

خالد:۔ خالد اس وقت نہایت خوش ہو گا.... کیونکہ اس وقت شاہ باہان کا جلال
اور شاہی عتاب خوابیدہ نہ ہو گا.... اب ہم جاتے ہیں....

باہان: شوق سے جایئے۔

(خالد خیمہ سے نکل کر معہ اپنے سواروں کے رومی کیمپ سے نکل کر اپنے کیمپ
میں آجاتا ہے)

راوی:۔ خالد بن ولید اپنے قیدی مجاہدوں کو دس لاکھ رومیوں کے لشکر سے یوں نکال کر لے گئے جیسے مکھن سے بال! رومیوں پر ان کی دہشت طاری ہو گئی ..... اور وہ پہلے سے زیادہ خوفزدہ ہو گئے۔ تین چار دن خاموش رہنے کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ راتوں رات پانچ لاکھ رومی سپاہیوں کو لے کر مسلمانوں پر بے خبری کی حالت میں دھاوا بول دیا جائے۔ چنانچہ شام ہوتے ہی رومی لشکر تیاری میں مشغول ہو گیا۔ اور رات کے تیسرے پہر یہ تیار ہو کر آہستہ آہستہ چلے۔ مسلمان بے خبر تھے۔ کچھ مصروف عبادت تھے۔ کچھ سو رہے تھے۔ ابھی رومی دور ہی تھے کہ فجر کی نماز کی اذان دی جانے لگی..... سپاہی بیدار ہوئے..... اور صفیں باندھ کر نماز پڑھنے لگے۔ ..... حضرت ضرار میں یہ خوبی تھی کہ وہ زمین پر کان لگا کر یہ معلوم کر سکتے تھے کہ دشمن کے سوار کتنے فاصلے پر ہیں...... انہوں نے کچھ محسوس کیا اور جب نماز ختم ہو چکی تو دعا کے بعد امیر لشکر ابو عبیدہ سے گویا ہوئے۔

ضرار:۔ امیر۔ جلدی کیجئے۔ رات کی تاریکی اور ہماری بے خبری سے فائدہ اٹھا کر رومی حملہ کر رہے ہیں۔

ابو عبیدہ:۔ یا الٰہی ــــ تو ہی مدد کر (خالد سے) خالد! لشکر کے تیار ہونے میں کافی وقت لگے گا...

خالد:۔ (بات کاٹ کر) آپ باقی لشکر کو تیار کیجئے۔ میں پانچ سو سپاہیوں کو لے کر

انہیں روکتا ہوں۔۔۔۔ آپ عورتوں اور بچوں کو سامنے والے اونچے ٹیلے
پر پہنچوا دیجیے۔۔۔۔ زبیر تم سپاہیوں کو تیار کرو۔۔۔۔۔ ضرار۔۔۔۔ عاصم
تم گھوڑوں کا انتظام کرو۔۔۔۔ فوراً۔۔۔۔!!

(شور و غل کی آوازیں)

خالد:۔ چلو شہادت کے متلاشیو! رومی تمہارے نیزوں کا شکار ہونے کے
لئے خود چلے آئے ہیں۔۔۔ اپنی تلواروں کی پیاس ان کے لہو سے بجھاؤ۔

نعرۂ تکبیر ——— اللہ اکبر

ضرار! میں قلب پر حملہ کرتا ہوں۔۔۔ جس وقت میں نرغے میں آ جاؤں
تم میمنہ پر حملہ کر دینا۔۔۔ اور زبیر۔۔۔۔ تم میسرہ پر دھاوا بول دینا

(جنگ شروع ہو جاتی ہے)

باہان:۔ جرجیر! تم مسلمانوں کو گھیر لو۔۔۔ خبردار ایک مسلمان بھی بچنے نہ پائے

(وقفہ)

خالد:۔ ضرار! میمنہ کی صفوں پر ٹوٹ پڑو۔ ان کی پیش قدمی کو روکو زبیر میسرہ
پر حملہ کرو۔

(وقفہ)

باہان:۔ قناطر! اپنی صفوں کو پھیلا دو۔ مسلمان بہت تھوڑے ہیں۔ نہایت آسانی
سے گھر جائیں گے۔

ایک سپاہی:۔ یا امیر! حضرت ضرار گھیرے میں آ گئے ہیں۔

خالد:۔ (گھوڑا دوڑا کر) ابوسفیان ـــ اوج میمنہ پر حملہ کرو ـــ (وقفہ)۔
گھوڑا دوڑا کر! عاصم۔ اوج میسرہ پر حملہ کرو۔

نعرۂ تکبیر ـــــــ اللہ اکبر

باہان:۔ رومی شیرو! ہرقل اعظم کے جھنڈے کو بلند رکھو . . . . . مقدس باپ
آسمانی مدد لے کر آئے گا

ایک سپاہی:۔ خداوند! ہمارے بہادر سردار جبر جیر اور رتناطر قتل ہو گئے۔

باہان:۔ (پریشان ہو کر) آہ میرے بازو بیکار ہو گئے۔ اب صرف ہمت رہ
گئی ہے . . . . (جوش میں آ کر) بہادرو! آگے بڑھو! حملہ کرو۔ جیت
ہمارے قدم چومنے کے لئے بیقرار ہے۔

(وقفہ)

راوی:۔ رومیوں نے بڑھ بڑھ کر حملے کئے۔ پانچ لاکھ کے مقابلے میں پانچ
سو مسلمان لڑ رہے تھے۔ مسلمانوں نے مقدور بھر مدافعت کی۔ آخر پسپا ہو
گئے . . . . ابوسفیان بمشکل جان بچانے میں کامیاب ہوئے اور ہٹتے ہٹتے
اُس ٹیلے کے قریب آ گئے۔ جہاں عورتیں اور بچے تھے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ
نے دیکھا تو پریشان ہو گئیں۔ ٹیلے سے نیچے اتریں اور گھوڑے کی لگام تھام
کر کہا۔

ہندہ:۔ (غصے سے) میرے سرتاج شرم آنی چاہیے آپ کو۔ دشمن کو پیٹھ دکھا کر آ رہے ہو۔ میری آغوش میں پناہ لینے آئے ہو۔ اُتریئے گھوڑے سے۔ مجھے دیجیئے اپنی تلوار۔ اگر آپ میں ہمت نہیں ۔۔۔ تو میں لڑوں گی ۔ میں حیران ہوں کہ ابھی تک آپ زندہ کیوں ہیں۔۔۔۔

ابوسفیان:۔ (ندامت سے) معاف کر دو بانو۔ میں نے ہمت کا دامن چھوڑ دیا ۔ میں شرمندہ ہوں۔۔۔۔ (دانت پیس کر) جاتا ہوں۔۔۔۔۔ یا تو اسی حملے میں رومیوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا دوں گا۔ یا خود کٹ مروں گا۔۔۔

ہندہ:۔ جایئے ۔ خدا آپ کو کامیاب کرے

راوی:۔ ابوسفیان اپنے ساتھیوں سمیت اوج میمنہ پر پل پڑا۔ حزار کو نرغے سے نکال لیا اور ایسے جان توڑ حملے کئے کہ رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے چیختے ہوئے پسپا ہونے لگے۔۔۔۔ زبیر نے بھی شدید حملے کئے۔۔۔۔ اور دُور تک رومیوں کو پیچھے دھکیل دیا۔۔۔ خالد صفیں اڑا رہے تھے۔۔۔۔۔

سورج دن بھر کی مسافت کے بعد مغرب کے دریچے میں ڈھلنا شروع ہوا اور اس خونیں ڈرامے پر الوداعی نظریں ڈالنے لگا۔ خالد نے کڑک کر نعرہ لگایا۔۔۔ دشمن کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔۔۔۔۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمان اپنے کیمپ میں آئے اور سجدہ شکر ادا کیا۔

ابوعبیدہ:۔ اے ابا سلمان! خدا کی رحمتیں ہوں تم پر!! آج کی لڑائی نے دشمنوں

کے حوصلے گرا دیئے ہیں۔ پے در پے دو شکستوں نے ان کی کمر ہمت توڑ دی ہے۔

خالد:۔ خداوند پاک کا احسان ہے۔ وہی ہماری مدد کرتا رہا ہے۔

ابو عبیدہ:۔ خالد جاؤ۔ جاکر آرام کرو۔

خالد:۔ بہت بہتر.... (چلا جاتا ہے)

(باہان اپنے خیمہ میں تمام سرداروں کو جمع کرتا ہے)

باہان:۔ مجھے سخت حیرت ہے... پہلے ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار رومیوں کو ذلّت آمیز شکست دی... پھر پانچ سو نے پانچ لاکھ کو مار بھگایا... آخر اس کی وجہ کیا ہے؟... ہمارے جوان مضبوطی میں ان سے کم نہیں سامانِ جنگ میں کم نہیں!!۔ تعداد میں کم نہیں!!! آخر بات کیا ہے؟.. ...میں تو عاجز آگیا ہوں؟؟

ابوالجبید:۔ خداوندا! مسلمان با اخلاق ہیں۔ وہ ارادے کے پکّے ہیں۔ وہ حوصلے نہیں ہارتے۔ وہ ذلت کی زندگی پر آزادی کی موت کو ترجیح دیتے ہیں... اس کے مقابلے میں ہمارے سردار اور سپاہی بد اخلاق ہیں اور مذہب کے پابند نہیں.... ان کے دلوں میں حوصلے نہیں...... ان کے ارادوں میں قوت نہیں... ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے وہ کس طرح کامیاب ہو سکتے....!!

باہان:۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ رومی سردار بداخلاق ہیں۔

ابوالجعید:۔ خداوندا! میں حمص کا رئیس ہوں۔ جس وقت ایک رومی لشکر اس طرف آتے ہوئے ہمارے شہر سے گذرا۔۔۔۔ تو میں نے اسے یہ سمجھ کر ٹھہرالیا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف جہاد کرنے جارہے ہیں۔۔۔۔ اُن کی خاطر کرنے سے مقدس باپ مجھ سے خوش ہوگا، چنانچہ میں نے اُن کی دل کھول کر تواضع کی۔۔۔۔ میری بیوی بھی مہمانوں کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ اس لشکر کے سردار نے اُسے دیکھا۔۔۔۔۔ اور بُری نیت سے اُسے بُلایا۔ وہ اس کی نیت سے بیخبر تھی۔ چلی گئی ـــ اس سردار نے اس پر دست درازی کرنی چاہی۔۔۔۔ میرا چھوٹا لڑکا ماں کے ساتھ تھا۔ اس نے یہ حرکت دیکھ کر شور مچایا۔ سردار نے فوراً اُسے قتل کر دیا۔۔۔۔۔ یہ عالم ہے رومی سرداروں کے اخلاق کا۔۔۔۔!

قوریر:۔ کیا تم اس سردار کا نام لے سکتے ہو؟

ابوالجعید:۔ جی ہاں۔

باہان:۔ تو بتاؤ ہم اسے سزا دیں گے۔

ابوالجعید:۔ اُس کا نام نسطورس ہے۔

قوریر:۔ (حیرانگی سے) نسطورس؟۔۔۔۔ بالکل غلط۔ یہ الزام ہے نسطورس نہایت معزز سردار ہے۔

باہان :۔ کیوں منسطورس ! کیا یہ بات صحیح ہے ؟

منسطورس :۔ (بوکھلاکر) نہیں خداوند ! یہ بالکل.... غ.... غ.. غلط ہے
یہ بہتان ہے..... یہ... تہمت ہے۔

باہان :۔ (سنجیدگی سے) سچ کہو منسطورس ! اگر یہ غلط ہے تو تمہارے چہرے پر
ہوائیاں کیوں اڑنے لگیں....

قوریر :۔ اس لیے کہ کوئی شریف شخص بھری محفل میں اس طرح ذلیل کئے جانے کی
اُمید نہیں رکھتا....

حاضرین :۔ (سب یک زبان ہو کر) واقعی یہ شخص جھوٹا ہے... اس نے منسطورس
پر الزام لگایا ہے۔

قوریر :۔ ابوالجعید ! فوراً یہاں سے نکل جاؤ ! تمہاری بیوی بدکار تھی۔ منسطورس
بے قصور ہے.

ابوالجعید :۔ میری بیوی بدکار نہیں تھی۔ بلکہ آپ حقیقت کے چہرے سے نقاب
نہیں اُٹھانے دیتے... میں جاتا ہوں... لیکن یہ بتادوں..... کہ
یہی چیزیں تمہاری تباہی کا باعث ہوں گی کہ تمہیں کھرا اور کھوٹا پرکھنے کی تمیز
نہیں.... تم جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھتے ہو۔ (چلا جاتا ہے)

راوی :۔ رات کے سناٹے میں ابوالجعید پیدل مسلمانوں کے لشکر کی طرف
روانہ ہوا... وہ طے کر چکا تھا کہ وہ اپنی بے عزتی کا انتقام لے گا۔ وہ چلتا رہا۔

اور جب چلتے چلتے تھک گیا... تو بیٹھ گیا۔ دُور سے اُسے اللہ اکبر کی آواز سنائی دی۔ مسلمانوں کے لشکر میں صبح کی اذان دی جا رہی تھی.. جب مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچا تو پو پھٹ چکی تھی... نماز ادا کی جا چکی تھی۔ وہ چند سپاہیوں سے ملا اور وہ اس کی خواہش کے مطابق اپنے امیرِ لشکر کے پاس لے گئے۔

ابو الجعید:۔ (دور سے دیکھ کر دھیمی آواز سے) ان میں سے کونسا سردار ہے آپکا؟

سپاہی:۔ (اشارے سے) وہ ہیں

ابو الجعید:۔ یہ تو ضعیف العمر ہیں۔

سپاہی:۔ جی ہاں

راوی:۔ ابو الجعید ابو عبیدہ سے ملا اور آپ بیتی سنانے کے بعد کہنے لگا۔

ابو الجعید:۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اُن سے انتقام لیا جائے... آج ہی رات کو

خالد:۔ آپ کا مطلب ہے کہ شبخون مارا جائے؟

ابو الجعید:۔ جی ہاں! آپ پانچ سو سپاہی لے کر جائیں.... اور میں ہزاروں رومیوں کو قتل کرا دوں گا....

ابو عبیدہ:۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ غافل دشمن پر حملہ کرنا بزدلی ہے۔

خالد:۔ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔

ابو عبیدہ:۔ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ آپ ہمیں دھوکہ نہیں دیں گے؟

ابو الجعید :- میں حضرت مریم کو پاکدامن نہ سمجھوں۔

ابو عبیدہ :- بس یہی کافی ہے۔

ابو الجعید :- آج رات اپنے کیمپ میں روشنی زیادہ کر دیجئے گا۔ ہم خاموشی سے دریا کے کنارے کنارے جائیں گے۔ دریا پار شمال مشرق کی طرف سردار تو ریر کے سپاہی ہیں جو بالکل غافل ہوں گے۔ نہایت آسانی سے کام ہو جائیگا۔

خالد :- لیکن اتنی جلدی دریا کیسے پار کیا جائیگا۔

ابو الجعید :- میں سب سے آگے رہوں گا۔۔ جس جگہ دریا پایاب ہے۔ وہ جگہ مجھے معلوم ہے۔ سارے سپاہی میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں گے۔۔۔ اور اپنا کام کرنے کے بعد اسی راستے واپس آ جائیں گے۔ اگر رومیوں نے تعاقب کیا تو دریا میں ڈوب مریں گے۔۔۔ کیونکہ اُن میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں کہ کس جگہ پانی کم ہے اور کس جگہ زیادہ۔

خالد :- بہتر ہے۔

ابو عبیدہ :- خالد! تم ابھی سے تیاری شروع کر دو اور ان کی خاطر تواضع کے لئے خاص آدمی مامور کر دو۔

خالد :- بہت خوب!

راوی :- رات کی تاریکی میں پانچ سو سوار خاموشی سے راستہ طے کر رہے تھے۔ ابو الجعید آگے آگے تھا۔ پیچھے خالد اور پھر سپاہی۔ ابو الجعید ایک جگہ رُکا اور

خالد کو اشارہ کیا اور پھر اپنا گھوڑا آہستگی سے دریا میں ڈال دیا۔ خالد اور سپاہیوں نے بھی گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور نہایت آسانی سے دریا پار پہنچ گئے۔۔ رومی غافل سو رہے تھے۔ مسلمانوں نے انہیں مولی گاجر کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ ہزاروں رومیوں کو موت کی آغوش میں سُلا دیا۔ رات کے آخری پہر بمشکل رومی تیار ہو سکے۔ اس وقت ابو الجبید نے سب کو واپس لوٹنے کے لئے کہا۔ چنانچہ وہ ابو الجبید کی رہنمائی میں دریا پار اُتر گئے۔۔۔۔ اور متعاقب رومی دریا میں ڈوب مرے۔ مسلمان کامیابی کے ساتھ اپنے کیمپ میں واپس آ گئے۔۔۔۔ باہان کو شبخون کی اطلاع ملی تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔۔ فوراً تمام سرداروں کو طلب کیا۔

باہان:۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ مسلمانوں نے شبخون مار کر ہمارے ہزاروں سپاہی مار ڈالے۔۔۔۔ تینتیس ہزار مسلمانوں نے دس لاکھ رومیوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔۔۔ دنیا کیا کہے گی۔۔۔ تاریخ کیا کہے گی۔۔۔ آئندہ نسلیں کیا کہیں گی۔ آہ! دشمن ہمیں زک پر زک پہنچا رہا ہے اور ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔۔ آج ہم فیصلہ کن جنگ کریں گے۔ قودیر!۔ جبلہ!!۔ تمام لشکریوں سے کہہ دو کہ تیار ہو جائیں آج ہم یا تو کٹ مریں گے یا دشمن کو تباہ و برباد کر دیں گے۔

قودیر:۔ بہت خوب!

(فوجی بگل کی آوازیں۔ سپاہیوں کے شور و غل کی آوازیں ہتھیاروں کی کھٹاکھٹ)

(وقفہ)

قوریر:۔ خداوندا! لشکر ہی تیار ہیں۔ کوچ کا حکم دیجئے۔

باہان:۔ چلو! ہم بھی تیار ہیں۔

(خیمہ سے نکل کر لشکر کے وسط میں آتا ہے اور بڑی صلیب کے سامنے جھک کر دعا مانگتا ہے)

"اے مقدس صلیب! تیرے پرستار آج زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں تو ہی ہماری مدد کر۔ مقدّس ماں کے مقدّس بیٹے کو آسمانی قوتوں کے ساتھ ہماری مدد کو بھیج۔ ہمیں سُرخرو کر۔ ہمیں فتح سے سرفراز کر۔"

(وقفہ)

(اُٹھ کر سپاہیوں سے مخاطب ہوتا ہے)

باہان:۔ اے رومی بہادرو! مقدّس صلیب کی طرف دیکھو۔ مقدّس یسوع کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہے ___ اپنے حوصلے قائم رکھو۔ زخم کھاؤ ___ کٹ مرو ___ لیکن میدان نہ چھوڑو ___ مقدّس باپ کے قہر و غضب سے ڈرو ___ اگر تم نے ڈٹ کر مقابلہ نہ کیا .... تو تمہیں دنیا میں ذلّت نصیب ہو گی ___ اور اگر دلیری سے لڑے ___ تو مقدس باپ تمہیں فتح بخشے گا۔ اور اپنی برکتوں کے خزانوں سے تمہیں مالا مال کر دے گا ___ ان چند ہزار مسلمانوں کو دوپہر سے پہلے پہلے ختم کر دو اور فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے واپس

لوٹو۔ مقدس باپ ہمارے ساتھ ہیں۔۔۔۔ جیت ہماری ہے۔

(دوسری طرف خالد اپنے سپاہیوں سے کہتا ہے)

خالد:۔ اے ایمان والو! آج رومی اپنی تمام قوتوں کو سمیٹ کر میدان میں آ رہے ہیں۔ اُن کے پاس جسمانی قوتیں ہیں۔ لیکن ہمارے پاس روحانی قوتیں ـــــ ہمیں صرف اُس خدا کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ جس نے ساٹھ ہزار رومیوں کے مقابلے میں ساٹھ مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں فتح سے نوازا۔ پانچ سو نے پانچ لاکھ کا مقابلہ کیا اور انہیں ذلّت آمیز شکست دے کر بھگا دیا ـــ آج ہم تیئس ۲۳ ہزار ہیں۔ اس شان سے لڑو کہ چشمِ فلک حیرت سے کھُلی رہ جائے ایک ایسی مثال قائم کرو کہ جب آئندہ نسلیں میدان میں اتریں تو اس جنگ کی مثال دیا کریں۔ خدا اور اس کا محبوب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مدد کریں گے۔

نعرۂ تکبیر ـــــــــ اللہ اکبر

(فریقین آمنے سامنے آتے ہیں۔ طوطی اور نقاروں کی آواز)

باہان:۔ (گھوڑے پر سوار آگے بڑھتا ہے اور مسلمانوں کے لشکر کے قریب آتا ہے)

مسلمانو! اپنے لشکر میں سے کسی کو میرے مقابلے کے لئے بھیجو۔

(فوراً مالک نخعی گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھتا ہے)

باہان:۔ (غصے میں) تم آئے ہو میرے مقابلے کے لئے؟

مالک نخعی:۔ تم نے اپنی قضا کو پکارا اور وہ تمہارے سامنے موجود ہے۔ (آگے بڑھتے ہوئے)

باہان:۔ میرے فولادی گرز کا وار کبھی خطا نہیں گیا۔۔۔ جان عزیز ہے تو واپس چلے جاؤ۔

مالک نخعی:۔ تم وار تو کرو۔

باہان:۔ لو سنبھلو!

(گرز سے وار کرتا ہے۔ مالک ڈھال پر روکتا ہے مگر گرز ڈھال کو دھکیل کر پیشانی کی ہڈی توڑ ڈالتا)

مالک نخعی:۔ اب میری باری ہے۔

(تلوار کا بھرپور وار کرتا ہے اور باہان کے خود کو چیر کر سر کو زخمی کر دیتی ہے۔ خون کا فوارہ جاری ہوتا ہے۔ وار کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان سے بھاگ نکلتا ہے)

باہان:۔ رومی شیرو! حملہ کر دو۔

(طبل کی آواز۔ شور و غل۔ آہ و زاری۔ تلواروں کی جھنکار وغیرہ)

باہان:۔ (سپاہیوں سے) شاباش بہادرو! ایک مسلمان بھی بچنے نہ پائے۔

ابو عبیدہ:۔ ہاشم! جب دشمن کے افواج میمنہ اور افواج میسرہ حملہ کر دیا جائے اور دشمن اپنی صفوں کو زیادہ پھیلا دے تو تم لمبا چکر کاٹ کر رومیوں کے

عقب پر حملہ کر دینا۔ اور قیس!! تم دوسری طرف سے عقب پر حملہ کر دینا۔ ہم قلب میں رہیں گے۔۔۔۔ جاؤ ہوشیار رہو۔

(وقفہ)

باہان:۔ قوریر۔ تم پیچھے ہٹو۔۔۔۔ ہم آگے بڑھتے ہیں۔ جبلہ! تم مسلمانوں کو گھیرنے کی کوشش کرو۔

(وقفہ)

ابو عبیدہ:۔ عاصم! دشمن ہم کو نرغے میں لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ چپکے سے عقب کی طرف بڑھو۔ اور قیس تم دوسری طرف سے بڑھو۔ جاؤ خدا حافظ!

(عاصم اور قیس دائیں بائیں طرف سے لمبا چکر کاٹ کر رومی فوجوں کے عقب پر حملہ کر دیتے ہیں)

خالد:۔ مسلمانو! دشمن کو فرار کا راستہ نہ دو۔ ان کے قدم اکھڑنے والے ہیں

باہان:۔ رومی بہادرو! حوصلے قائم رکھو۔

ابو عبیدہ:۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ط

راوی:۔ گھمسان کا رن پڑا۔ غروب آفتاب سے قبل عیسائی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے تختے پر آج تک کوئی ایسی جنگ نہیں لڑی گئی۔۔۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا اور ان کے کیمپ پر قبضہ کر لیا۔ اس جنگ میں ایک لاکھ پانچ ہزار رومی مارے گئے۔۔ اور چالیس ہزار قید کر لئے گئے۔

چار ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ مسلمان جیت کر اور مالِ غنیمت لے کر واپس ہوئے اور خلیفہ عمر فاروقِ اعظم کے دربار میں حاضر ہوئے۔ امیر المومنین نے خالد کی شجاعت کی داستانیں سنیں اور فرطِ مسرت سے انہیں گلے لگا لیا اور فرمایا کہ خالد! ہم تمہیں بحال کرتے ہیں۔

خالد بن ولید فاتح یرموک ایک بار پھر فتوحات میں مصروف ہو گئے۔

میوزک

(سازوں کی آواز آہستہ آہستہ معدوم ہو جائے)

راوی:۔ "ہر کمال لے را زوالے" مسلمان بلندیوں سے پستی پر گرے۔۔۔ اور مدتوں بعد انہیں ہوش آیا اور مملکتِ خداداد پاکستان کا وجود اس کا آئینہ دار ہے۔

(ترنم سے)

پہلوئے اوجِ فلک پھر سے آباد نہیں ایک مدت سے تجھے اپنا وطن یاد نہیں

اب کوئی دام نہیں خدشہ صیاد نہیں اب تو پابندِ قفس، مرجع بیداد نہیں

وقت ہے پھر تو تڑپ، رونقِ میداں ہو جا

پھر سے اک بار وہی مسلمِ ذی شاں ہو جا

مسلمانوں کو گمراہی اور غفلت نے غلامی کے قعرِ مذلت میں دھکیل دیا۔۔۔ مگر کارسازِ عالم نے پھر انہیں ابھارا اور

"شخصے از غیب بیروں آید کارے بکند"

اس نے اپنے گمراہ بندوں کے لئے قائد اعظم محمد علی جناح کو مشعلِ راہ بنا کر بھیجا.... آج ہم آزاد ہیں۔ آزاد فضا میں جی رہے ہیں۔ عزائم سینوں میں کروٹیں لے رہے ہیں اور تسخیرِ جہاں کا تصوّر دماغ میں گھوم رہا ہے انشاءاللہ ایک بار پھر اُن مسلمانوں کی طرح بیدار ہو کر اٹھنے کا وقت آگیا جنہوں نے خدا کے بھروسے پر۔

ا۔ شام

ب۔ فلسطین

ا۔ عراق

ب۔ عرب

ا۔ عجم

ب۔ افغانستان

ا۔ ایشیائے کوچک

ب۔ قسطنطنیہ

ا۔ ایڈریانوپل

ب۔ تھریس

ا۔ سپین

ب۔ طرابلس

۸۔ مصر

ب۔ مصری سوڈان

۹۔ چین

ب۔ روسی ترکستان

۱۔ مشرقی ترکستان

اور ہندوستان فتح کیے۔ اور دُنیا کے ہر خطّے میں جا کر اذانیں دیں اور آج بھی دنیا کے ہر حصّے میں توحید کے فرزند موجود ہیں اور انشاءاللہ ابدالآباد موجود رہیں گے۔

طارق

طارق

ہسپانیہ تو خونِ مسلماں کا امیں ہے
مانندِ حرمِ پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح اُن کی سنانیں
خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی
باقی ہے ابھی رنگ مرے خونِ جگر میں

راوی:- خلیفۂ شام، حضرت ولید بن عبدالملک نے اسلام کی ممتاز اور عظیم الشان روایات کو برقرار رکھتے ہوئے موسیٰ بن نصیر کو ہسپانوی مظلوموں کی امداد کی اجازت دے دی۔ موسیٰ بن نصیر نے لشکر کی قیادت کے لئے طارق کو منتخب کیا۔ جو قبل ازیں ایک تبریزی غلام تھا۔ جس کی بہادری اور فہم و فراست سے

خوش ہو کر موسیٰ بن نصیر نے اُسے آزاد کر دیا تھا اور پھر وہ خداداد قابلیت کی بدولت ترقی کرتے کرتے مراکش کا گورنر بن گیا تھا) امیر بلادِ مغرب کا پیغام پاتے ہی وہ حاضرِ خدمت ہُوا۔

موسیٰ:۔ طارق، ہم سرزمینِ اُندلس پر لشکر کشی کر رہے ہیں۔ تمہاری بہادری اور تدبّر سے ہم نہایت خوش ہیں۔ اس لئے ہم نے تمہیں اس لشکر کا سردار منتخب کیا ہے۔ ہمیں امید ہے، کہ تم اس فرض کو بخوبی انجام دے سکو گے۔

طارق:۔ طارق ذرّہ نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

موسیٰ:۔ ہمیں تم سے یہی اُمید تھی۔ سات ہزار مجاہد ساتھ لے کر جاؤ اور سرزمینِ اُندلس جو گناہوں کی تاریکیوں میں گم ہے۔ اُسے نورِ ایمان کی ضیا پاشیوں سے بقعۂ نور بنا دو۔

طارق:۔ بہت خوب خدائے بزرگ و برتر کا کرم شاملِ حال رہا تو انشاءاللہ ایسا ہی ہو گا۔

راوی:۔ یہ اس مردِ مجاہد کا قول تھا جس کے سینے میں عزائم کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ جس کی آنکھوں میں خود اعتمادی کی غیر معمولی چمک تھی جس کے حوصلے سنگلاخ چٹانوں کی طرح اٹل تھے اور جس کے ارادے فولاد کی طرح مضبوط تھے

وہ سرفروش سردار طارق، سات ہزار جانباز شیرانِ اسلام کے ہمراہ مراکش کے ساحل پر خیمہ زن ہے۔ مجاہدین کے بھرے ہوئے مضبوط سینے ذرہ بکتر وں

اور آلاتِ حرب سے مزّین ہیں۔ ان کی عقابی آنکھوں میں شکار کی تلاش نمایاں ہے بیڑہ تیار ہے۔ کوچ کی تیاریاں ہیں۔ روانگی سے پیشتر سرفروشانِ اسلام کے اس لشکر نے اپنے سردار امیر المجاہدین طارق بن زیاد کی قیادت میں بارگاہِ ایزدی سے فتح و نصرت اور خیر و برکت کی التجا کی۔

طارق کی دُعا

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

کیا تُو نے صحرا نشینوں کو یکتا
خبر میں نظر میں، اذانِ سحر میں

طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو
وہ سوز اس نے پایا انہیں کے جگر میں

کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں

دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر میں

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے

راوی: ۔ اللہ کا نام لے کر لنگر اٹھا دیئے گئے اور مجاہدین کو بیڑہ سرزمینِ ہسپانیہ

کی طرف روانہ ہوا۔ سرکش لہروں کو دھکیلتا۔ طوفانی پڑاؤں سے گزرتا اور خوفناک موجوں کے تھپیڑوں کو خاطر میں نہ لاتا ہوا مجاہدین کا یہ بیڑہ آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ساحلِ اندلس نے مردِ مومن طارق کے خیر مقدم کے لئے اپنا دامن پھیلا دیا بیڑہ ایک پہاڑی کے قریب لنگر انداز ہوا۔ طارق نے اس پہاڑی کا نام جبل الطارق رکھا۔ وطن سے دوری اور اجنبیت کا یہ احساس ایک دھندلی سی پریشانی کی صورت میں مجاہدین کے چہروں پر نمودار ہونے لگا۔ طارق کی تیز نظروں سے ان کے چہروں پر ابھری ہوئی تحریر اور آنکھوں سے عیاں اداسی پوشیدہ نہ رہ سکی۔ چنانچہ وہ ان کی رگوں میں چنگاریاں بھرنے کے لئے ان سے مخاطب ہوا۔

طارق چو بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت — گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطاست
دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم — ترکِ سبب ز روئے شریعت کجا روا ست
خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت

طارق:۔ سپاہیوں سے مخاطب ہو کر گرجدار آواز میں، ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست۔ اے ایمان والو۔ مجھے حیرت ہے کہ اللہ کے وہ سپاہی جو ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لے کر گھر سے نکلے۔ جو پہاڑوں کو چور چور کر دینے کا عزم رکھتے ہیں۔ جنہوں نے تپتے ہوئے صحراؤں میں اذانیں دیں جنہوں نے ریت کے ذرّوں کو اپنے خون سے لالہ زار بنا دیا۔ جنہوں نے جامِ شہادت

پسینے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ جنہوں نے دریاؤں میں گھوڑے ڈال دیئے۔ جو دشمنوں کے خون سے رنگین قبا ہوئے ...... وہ آج دشمن کے علاقے میں پہنچ کر اس قدر گھبرا کیوں گئے ہیں۔ اِن کے عزائم کیا ہوئے۔ اِن کی جماں ہمتیں کہاں ہیں۔ اُن کے قدموں میں لغزشیں کیوں پیدا ہونے لگی ہیں۔ ہم یقیناً اس ملک میں فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑیں گے۔ (نعرے)

نعرۂ تکبیر ———— اللہ اکبر

سپاہی نمبر ۱:۔ ہمارا خوف و ہراس محض شیطانی وسوسہ تھا۔

" نمبر ۲:۔ ہماری تلواریں ہسپانیہ کے ذرّے ذرّے سے خراج تحسین حاصل کریں گی۔

سپاہی نمبر ۳:۔ ہماری یلغار سے آندھیوں کی نبضیں رک جائیں گی۔

" نمبر ۴:۔ ہماری پیشانیوں پر بل پڑے تو پہاڑ اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں گے اور دریاؤں کی روانی تھم جائے گی۔ ہم طاغوتی قوتوں سے جنگ کرنے آئے ہیں۔ ہم لڑیں گے۔ اور اس وقت تک لڑیں گے جب تک اس سرزمین کے گوشے گوشے میں ہلالی پھریرا سربلند نہیں ہو جاتا۔

طارق:۔ (جوش میں آکر) تو جاؤ اور جا کر اپنے ہاتھوں سے کشتیوں کو آگ لگا دو۔ تاکہ جب مورّخ تاریخ لکھنے بیٹھیں تو وہ یہ واقعہ سنہری حروف میں قلمبند کریں کہ طارق کے سپاہی وہ سپاہی تھے۔ جنہوں نے دشمن کے

علاقے میں پہنچ کر کشتیاں اپنے ہاتھوں سے جلا ڈالیں تاکہ اگر فتح نصیب ہو تو ہسپانیہ کے حکمران کہلائیں۔ فاتح کہلائیں اور اگر شکست ہو تو واپس جا کر اپنی ناکامی کی روئیداد کسی کو نہ سنا سکیں۔

(سپاہیوں کی سرگوشیاں ملی جلی آوازیں ۔۔ وقفہ ۔ نعرے)

نعرۂ تکبیر ——— اللہ اکبر

آوازیں :۔ دیکھتے کیا ہو ۔۔ جلا دو کشتیاں ۔۔ جلا دو ۔ ہاں ہاں جلا دو ۔!

راوی :۔ حق اور صداقت کے علمبردار ۔ اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ رکھنے والے مسلمان ساحل کی طرف بڑھے اور آن کی آن میں کشتیوں کو جلا کر راکھ کر دیا جبیح ہوئی ۔ شاہ خاور نے حرتیت سے مسلمانوں کو سرزمین اندلس پر دیکھا لرزتی ہوئی ہوا کے آوارہ جھونکوں نے مسلمانوں کی آمد آمد کی خبر دور دور تک پہنچا دی اور اہل ہسپانیہ پر اس اجنبی قوم کی دہشت طاری ہو گئی۔ طارق کے سپاہیوں نے شہر پر شہر اور قلعے پر قلعے فتح کرنے شروع کر دیے ۔ تمام ساحلی علاقے پر قبضہ کر کے ہلالی پرچم گاڑ دیے گئے ۔ قرطبہ اور غرناطہ جیسے مشہور شہر فتح کر کے مجاہدین کا لشکر مرشیا کی طرف بڑھا۔ اس قلعے کا حکمران تدمیر تھا۔ جو عیسائیوں سے اپنی بہادری اور تدبر کا لوہا منوا چکا تھا۔ اس کے کانوں تک بھی مسلمانوں کے آنے کی خبر پہنچ چکی تھی۔

موزس :۔ سر تدمیر کے کمرۂ خاص میں داخل ہو کر) حضور! خادم ایک نہایت

ضروری بات عرض کرنے حاضر ہوا ہے

تدمیر (جو پریشان نظر آتا ہے) کہو موریس، کیا کہنا چاہتے ہو؟

موریس :۔ حضور عربوں نے تمام ساحلی علاقہ فتح کر لیا ہے۔ ہسپانیہ کے بیشمار فرزندوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے قرطبہ اور غرناطہ بھی فتح کر لیا ہے۔ ایسے عظیم الشان شہروں کے چھن جانے کے باوجود بھی شہنشاہ راڈرک کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ آپ تدبر اور بہادری میں یکتا ہیں۔ آپ ہی ان لوگوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کیجئے۔ پادری اور راہب کہتے ہیں کہ راڈرک عیاش ہے۔ خدا کا مقدس بیٹا یسوع اس سے ناراض ہے اور یہ لوگ گاتھ خاندان کا تختہ الٹنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

تدمیر :۔ موریس! تم نے ان لوگوں کو دیکھا بھی ہے؟

موریس :۔ حضور دیکھا تو نہیں۔ البتہ سنا ہے کہ وہ ایک خدا کو مانتے ہیں اور اس کے نام پر جان دینا کھیل اور نیک کام سمجھتے ہیں۔ وہ لمبے کھلے اور معمولی کپڑے پہنتے ہیں۔ اپنے سپہ سالار کے ہر حکم کی تعمیل کو اپنا مقدس فرض سمجھتے اور جس طرف کا رخ کرتے ہیں۔ وہاں آگ لگا دیتے ہیں۔ ان کے تیز ہواؤں کے رخ بدل دیتے ہیں۔ ان کی تلواریں آگ برساتی ہیں اور آواز بجلی بن کر کوندتی ہے!

تدمیر:۔ (گرج کر) ہورس! میں تمہیں اس قدر بزدل نہ سمجھتا تھا۔ کیا تمہیں اپنی تلوار کی کاٹ پر بھروسہ نہیں۔ کیا تمہارے آہنی بازو وقت سے پہلے شل ہو گئے ہیں۔ کیا تمہارے حوصلے جھوٹی افواہیں سنتے ہی گر گئے۔ کیا پتھر بھی آگ کا نام سن کر موم ہو گیا۔ آخر تمہاری بہادری میدان میں جانے سے پہلے بزدلی کیوں اختیار کر رہی ہے۔ (وقفہ)۔ فوراً آس پاس کے تمام پہاڑی قبائل کے سرداروں کو پیغام بھیجو کہ وہ جلد از جلد فنون سپہ گری میں طاق سپاہی مرشیار روانہ کریں۔ اگر ہم سب نے مل کر مقابلہ نہ کیا تو ہسپانیہ کی زمین سے خدا کے یسوع کا نام لینے والے مٹ جائیں گے۔ (پلٹ کر) اور سنو خندق میں پانی بھروا دیا جائے۔ قلعے کی فصیل پر بہادر اور ہوشیار سپاہی پہرے پر لگائے جائیں۔

(تدمیر کمرے میں ٹہلتا ہے قدموں کی چاپ)

مورس:۔ جو حکم حضور

تدمیر:۔ ہنری ...... ہنری!

ہنری:۔ حاضر ہوں سردار۔

تدمیر:۔ قلعے میں خوراک وغیرہ کا انتظام کر لو۔ ممکن ہے کہ محاصرے کی صورت میں رسد نہ پہنچ سکے۔ سب انتظامات آج ہی، بلکہ ابھی مکمل ہو جانے چاہیئے۔ ہم علی الصبح معائنہ کریں گے۔

ہمزی :- بہت بہتر۔

راوی :- مورس نے گردو نواح کے تمام سرداروں کو پیغام روانہ کیے اور ہر روز چاروں طرف سے سپاہیوں کے دستے ہتھیار لگائے۔ مرشیا کی حفاظت کے لئے پہنچنے لگے۔ شہر اوری ہیلا کے من چلے جوان جو شجاعت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ سب سے زیادہ تعداد میں آئے اور مرشیا کو ایک حد تک ناقابلِ تسخیر بنا دیا۔ اُدھر مسلمانوں کی فوج بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ تدمیر نے قلعہ کے برج سے عربوں کے اس تند سیلاب کو موجیں مارتا ہوا دیکھ لیا۔ قلعے سے تھوڑی دور پہنچکر مجاہدوں نے خیمے گاڑ دیئے اور طارق نے تدمیر کے پاس اپنا ایلچی روانہ کیا۔

ایلچی :- (تدمیر کے دربار میں) ہسپانوی سردار۔ ہمارے امیر نے آپکے پاس صلح کا پیغام بھیجا ہے۔

تدمیر :- (طنزیہ) شاید قلعے کی مضبوطی دیکھ کر آپکے امیر کا ارادہ بدل گیا ہے۔

ایلچی :- (مسکرا کر) نہیں سردار۔ یہ بات نہیں۔ مسلمان جب کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو جیتے جی اُسے نہیں بدلتا۔

تدمیر :- (تیوری چڑھا کر) پھر کیا بات ہے؟ اگر وہ بہادر ہے تو قلعے کو بزور شمشیر فتح کرے۔ ہم صلح کے پیغام کا مطلب نہیں سمجھے۔

ایلچی :- ہم مسلمان ہیں۔ جہاں شجاعت اور مردانگی ہمارے فطری جوہر ہیں وہاں رب العزت نے ہمارے دل میں رحم بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اگر آپ ہماری

اطاعت قبول کر لیں اور قلعہ ہمارے حوالے کر دیں تو بغیر کشت و خون کے یہ معاملہ طے ہو سکتا ہے۔

تدمیر:۔ (گرج کر) اور اگر ہم صلح کے پیغام کو ٹھکرا دیں تو۔

ایلچی:۔ (تیزی سے) تو اس بات کا فیصلہ تلوار سے ہو گا!

تدمیر:۔ (غرور سے) ہمیں منظور ہے۔ تمہارے امیر نے تدمیر کی تلوار کی چمک نہیں دیکھی تمہارے امیر کو ہمارے جلال کو جھنجھوڑنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس نے تدمیر کی شجاعت کی وہ داستانیں نہیں سنیں۔ جنہیں زمانہ حشر تک نہ بھول سکے گا۔ جاؤ اپنے امیر سے کہدو کہ اُن سے ہماری ملاقات میدانِ جنگ میں ہو گی۔!

(ایلچی چلا جاتا ہے)

طارق:۔ ملاقات میدانِ جنگ میں ہو گی؟۔ خوب خدا کی قسم وہ مبارک وقت ہو گا۔ جب ہم اپنے بہادر دشمن تدمیر کے ساتھ تلوار کی نوک سے بات کریں گے ... مغیث!

مغیث:۔ ارشاد!

طارق:۔ مغیث تم نے سُنا، تدمیر نے کیا جواب دیا ہے۔

مغیث:۔ جی ہاں امیر!

طارق:۔ اُسے اپنی چمکتی ہوئی تلوار کی کاٹ پر ناز ہے اسے قلعے کی مضبوطی پر بھروسہ ہے اسے اپنی کثرت پر گھمنڈ ہے۔ لیکن ہمیں اس ذات پاک پر بھروسہ ہے

جس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہم سر ہتھیلی پر دھرے پھر رہے ہیں

سپاہی :۔ (خیمہ میں داخل ہو کر) امیر امیر موسیٰ بن نصیر کا حاکم افریقہ کا خاص ایلچی ان کا مراسلہ لے کر حاضر ہوا ہے۔

طارق :۔ انہیں اندر بھیج دو۔

سپاہی :۔ بہت خوب۔

ایلچی :۔ (اندر آکر) خدا کی سلامتی ہو آپ پر امیر (مراسلہ پیش کرتے ہوئے) امیر موسیٰ بن نصیر حاکم افریقہ کی طرف سے!

طارق :۔ (مراسلہ ہاتھ میں لے کر مغیث کی طرف بڑھاتے ہوئے) مغیث۔ پڑھو۔

مغیث :۔ (مراسلہ کھول کر) موسیٰ بن نصیر حاکم افریقہ کی جانب سے۔ طارق بن زیاد کے نام۔ تمہیں ہمارا سلام پہنچے۔ ہم تمہاری کارگزاریوں سے نہایت خوش ہیں اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ وہ ہر میدان میں تمہیں سرفرازی عطا فرمادے۔ مفتوحہ علاقوں کی خوشخبری ہم نے امیر المومنین کے حضور میں بھجوادی ہے۔ ان کا حکم ہے کہ فوراً پانچ ہزار بربری سپاہیوں کی کمک روانہ کردی جائے عنقریب یہ تازہ دم سپاہی تمہاری قیادت میں آجائیں گے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ مفتوحہ علاقوں کو خوشحال بنایا جائے۔ بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں پر ہرگز دست درازی نہ کی جائے۔ ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کی جائیں اور جو لوگ اپنی خوشی سے دین اسلام قبول کریں۔ انہیں مسلمان

بنایا جائے۔ حکم ثانی کے منتظر رہو۔ فقط ـــ موسیٰ بن نصیر۔ حاکم افریقہ

طارق:۔ الحمد للہ خدا ہمیں کامیابیاں عطا فرمائے

سب آمین۔ آمین!!!

راوی:۔ صبح ہوئی۔ آفتاب نے دریچۂ مشرق سے جھانکا۔ اپنی سنہری کرنیں مجاہدین پر نچھاور کیں اور حق و باطل کی کشمکش دیکھنے کے لئے۔ جن کا فیصلہ فریقین کی تلواروں اور حیات و ممات نے کرنا تھا۔ بلند ہونے لگا۔ فریقین ہتھیار سجائے سرداروں کے حکم کے منتظر تھے۔ تدمیر کو اپنی قوت اور کثرت پہ ناز تھا اور طارق کو فقط اللہ اور رسول کی مدد پر بھروسہ تھا۔ طبل جنگ پر چوٹ پڑی تیر چلوں پر چڑھائے گئے۔ بے شمار تلواریں بے نیام ہو گئیں اور انسانی خون میں تیرنے کے لئے سپاہیوں کے ہاتھوں میں لہرانے لگیں۔ طارق نے گھوڑے کو ایڑی لگائی ـــ اور سپاہیوں سے مخاطب ہوا۔

طارق:۔ اے ایمان والو۔ مسلمان کا ایمان اور حوصلہ ہمیشہ آزمایا جاتا ہے اپنے ایمان پر بھروسہ رکھو۔ تلواریں سونت لو۔ دلوں میں غیرت ایمان اور بازوؤں میں قوت حیدر کرار لے کر آگے بڑھو اور تدمیر کے غرور کو خاک میں ملا دو۔ فتح ہمارے قدم چومنے کے لئے بیقرار ہے۔

(نعرے۔ طبل کی آواز)

راوی:۔ مسلمان آگے بڑھے۔ قلعے سے تیروں کا مینہ برسنے لگا۔ مسلمان بڑھتے گئے

فصیل کے قریب پہنچے پیچھے ہٹے۔ پھر بڑھے۔ آفتاب بلند ہوتا رہا کہ یکایک عقب سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ پانچ ہزار بربری سپاہی آن پہنچے۔ جنگ زور پکڑ گئی۔ تدمیر کے سپاہی سر دھڑ کی بازی لگا کر لڑتے رہے۔ شام تک سینکڑوں مسلمان شہید ہوئے اور ہزاروں ہسپانوی کھیت رہے۔ مغیث رومی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا اور شام کے بعد جب تاریکی مسلّط ہونے لگی۔ وہ بے شمار ہسپانویوں کو خاک و خون میں تڑپا کر اور فصیل میں شگاف پیدا کر کے واپس لوٹا۔ لڑتے لڑتے سپاہیوں کے بازو شل ہو گئے تھے اور وہ رات کی آغوش میں ستانے لگے۔

تدمیر:۔ (فصیل کا معائنہ کرتے ہوئے) موریس

موریس:۔ جی سردار

تدمیر:۔ فصیل کا یہ حصہ جس میں شگاف پیدا ہو گیا ہے۔ آج ہی رات مکمل ہو جانا چاہیئے آج ہمارے بے شمار سپاہی ضائع ہو گئے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ مرشیا پر مسلمانوں کا جھنڈا لہرائے۔ برجوں میں سپاہیوں کی تعداد بڑھا دی جائے اور فصیل کے اس حصے پہ بہادر اور ہوشیار سپاہی تعینات کئے جائیں تاکہ اگر دشمن شبخون مارے بھی۔ تو کامیاب نہ ہو سکے۔

موریس:۔ بہت خوب سردار

تدمیر:۔ ہنری

ہنری :۔ ارشاد

تدمیر :۔ فصیل تمہاری موجودگی میں تیار ہو گی!

جوزف :۔ حاضر ہوں سردار۔

تدمیر :۔ پادریوں سے کہہ دیا جائے کہ آج تمام رات مقدس باپ کے حضور میں گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔ تاکہ فتح ہمیں نصیب ہو۔

....

جوزف :۔ بہت خوب! (طارق اپنے خیمہ میں)

طارق :۔ مغیث ہمیں تمہاری جانبازی پر ناز ہے۔ تدمیر کے بہترین سپاہی آج کی جنگ میں مارے جا چکے ہیں۔ محاصرہ سخت کر دیا جائے۔ ہم جنگ کو طول دینا نہیں چاہتے ہم دشمن کے علاقے میں ہیں۔

مغیث :۔ بجا ارشاد ہوا امیر لشکر۔ کل جنگ کا رنگ کچھ اور ہو گا انشاءاللہ

طارق :۔ آج ہمارے لشکری کس شان سے لڑ رہے تھے۔ ہر سوار اپنے گھوڑے پر اڑ رہا تھا۔ ان کی آنکھیں خون کبوتر کی طرح سرخ تھیں۔ واقعی ان کی شجاعت قابلِ تحسین ہے۔

مغیث :۔ یہ سب آپ کی قیادت کی بدولت ہے امیر۔

طارق :۔ مغیث! مسلمان خوشامد ی نہیں۔ سچائی کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

مغیث :۔ غلام معافی چاہتا ہے امیر۔ مسلمان خوشامد کرنا جانتا ہی نہیں۔ سورج

کے آگے ہاتھ رکھنے سے سورج چھپ تو نہیں سکتا۔

راوی:۔ دوسرے دن پھر طرفین حیات ممات کی کش مکش کے لئے تیار ہو گئے۔ تدمیر نے فصیل پر سپاہیوں کی تعداد بڑھا دی۔ طارق نے صفیں آراستہ کیں۔ جنگ شروع ہو گئی۔ سر تن سے جدا ہونے لگے۔ لاشیں خاک پر تڑپنے لگیں۔ گھوڑے بھاگنے لگے۔ طارق، مغیث اور دوسرے سردار چاروں طرف سے بڑھ بڑھ کر حملے کرتے رہے۔ ہسپانوی لاشوں اور خون سے فصیل سرخ ہو گئی سورج دن بھر کی مسافت طے کر کے گوشہ مغرب میں جا چھپا اور جنگ آئندہ صبح تک ملتوی کر دی گئی۔ تیسرے دن مسلمانوں نے پوری طاقت سے حملہ کیا۔ شہر پناہ کا دروازہ توڑ دیا گیا۔ مسلمان فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے اور ہزاروں ہسپانوی موت کی ابدی نیند سو گئے۔ شہر میں امان امان کا شور بلند ہوا۔ ہتھیار رکھوا لئے گئے۔ شہریوں کو امان دے دی گئی۔ مرشیا کے مضبوط قلعے پر ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ طارق قلعہ کے انتظام میں مصروف ہو گیا اور مغیث پانچ ہزار سپاہی لے کر اوری ہیلا کی طرف بڑھا جہاں تدمیر نے مرشیا سے بھاگنے کے بعد پناہ لے رکھی تھی۔ قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا اہل قلعہ محاصرہ کی تاب نہ لا سکے اور بالآخر ہتھیار ڈال دیئے۔ مغیث نے شہریوں کو امان دی اور ان کی درخواست کے مطابق انہیں وہاں سے مال متاع سمیت نکل جانے کی بھی اجازت دے دی۔ اجازت پا کر شہری قلعہ

سے باہر نکلنے لگے۔ یکایک مغیث کی نظریں تدبیر پر پڑیں۔

مغیث :۔ (تدبیر کو دیکھ کر) تدبیر۔ ٹھہرو (وقفہ) مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے

تدبیر :۔ کہیئے سردار۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

مغیث :۔ میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ وہ ہتھیار بند نوجوان جو کل قلعے کی فصیل اور برجوں میں کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ وہ سب کہاں ہیں۔ یہ تو سب عورتیں ہیں۔

تدبیر :۔ وہ تو فقط ایک چال تھی جو مجھے کامیاب نظر نہ آئی۔

مغیث :۔ چال (حیرت سے) کیسی چال میں اب بھی نہیں سمجھا۔

تدبیر :۔ یہ عورتیں جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ کل فصیل پر ہتھیار باندھے ہی کھڑی تھیں ان کے بال چہروں پر اس طرح باندھے گئے تھے کہ دور سے داڑھیاں نظر آتی تھیں۔ لیکن مجھے کامیابی نظر نہ آئی۔ چنانچہ مایوس ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔

مغیث :۔ مرحبا تدبیر، مرحبا۔ آپ واقعی قابلِ تحسین سردار ہیں۔

تدبیر :۔ شکریہ۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔

مغیث :۔ ٹھہریئے ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔

تدبیر :۔ کیوں۔

مغیث :۔ اس لئے کہ آپ مرشیا اور اور یہیلا کے علاقوں کی حکومت کے سچے حقدار ہیں۔ مسلمان ہمیشہ بہادروں کی قدر کرتے ہیں۔ ہم آپ کو ان دونوں

قلعوں کی حکومت سونپتے ہیں۔ یہ لو چابیاں آج سے آپ ہمارے دوست ہیں۔

تدمیر:۔ (خوش ہو کر) مقدس باپ کی قسم میں نے مسلمانوں کو جیسا سنا تھا۔ ویسا ہی پایا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ جب تک زندہ رہا۔ آپ کا وفادار رہوں گا۔ کوئی طاقت آپ کی طرف دیکھنے کی ہمت بھی نہ کرے گی۔

مغیث:۔ ہمیں آپ سے یہی اُمید ہے سردار

راوی:۔ تدمیر نے قلعہ کی چابیاں لے لیں اور مرشیا اور ادریہیلا کے قلعوں پر پھر حکومت کرنے لگا۔ طارق اور مغیث ملے۔ لشکر نے ہسپانیہ کے دارالحکومت طلیطلہ کا رخ کیا۔ مجاہدین کا لشکر طلیطلہ کے قریب خیمہ زن ہوا اور طارق خود کاؤنٹ جولین کا مراسلہ لے کر راڈرک کے دربار میں آیا۔ شاہ راڈرک کا محل جشنِ نوروز کی خوشی میں دلہن کی طرح آراستہ تھا۔ نغموں کے چشمے پھوٹ رہے تھے اور شاہ راڈرک شراب اور کیف و سرور کی محفلوں میں ڈوبا ہوا تھا

(پال اندر داخل ہوتا ہے۔ پس منظر میں سازوں کی آواز)

پال:۔ (مراسلہ دیتے ہوئے) حضور۔ کاؤنٹ جولین نے یہ مراسلہ بھیجا ہے۔

راڈرک:۔ (چونک کر۔ شراب کے نشے میں چور) کاؤنٹ جولین۔ پڑھو کیا لکھا ہے۔

پال:۔ (پڑھتا ہے) سیاہ کار راڈرک!

تمہیں یاد ہو گا کہ جس وقت میں اپنی بیٹی کو لے کر آ رہا تھا۔ تم نے مجھ سے عقاب بھیجنے کو کہا تھا۔ میں نے وہ عقاب تمہارے پاس بھجوا دیئے ہیں۔ میرے انتقام

کا وقت آ گیا ہے۔ یاد رکھ تیری سیاہ کاریاں بہت جلد تجھ پر بجلیاں بن کر گوندنے والی ہیں۔ فقط کاؤنٹ جولین

راڈرک:۔ (لڑکھڑاتی ہوئی زبان) ہوں۔۔۔۔ اور وہ عقاب کہاں ہیں۔ پیش کرو۔ (نہیں ہم م۔۔۔ م۔۔۔ م ملاحظہ فرمانا چا۔۔۔ ہ۔۔۔ تے ہیں۔

(وقفہ)

طارق:۔ (اندر آکر) آداب بجا لاتا ہوں۔

راڈرک:۔ یہ کون ہے۔۔۔ ہم نے وہ عقاب مانگے ہیں جو کاؤنٹ جولین نے ہمارے لئے بھجوائے ــــ ہیں ہوں۔۔۔ اوں۔۔۔ تم تو کوئی اجنبی معلوم ہوتے ہو۔ یہ موٹے ڈھیلے ڈھالے کپڑے۔ یہ پگڑی ــــ یہ نرالی قسم کا لباس۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ (گرج کر) کون ہو تم؟

طارق:۔ مسلمان۔ ہم خدا اور اس کے رسول کا پیغام لے کر آئے ہیں۔

راڈرک:۔ کیوں

طارق:۔ تاکہ اس ملک کی تاریکی دور کریں۔ ظلم کو مٹائیں۔ لوگوں کو سچا راستہ دکھلائیں اور وہ وحشیانہ ناٹک جو یہاں کھیلے جا رہے ہیں۔ بند کر دیں۔

راڈرک:۔ کیا چاہتے ہو؟

طارق:۔ یہی جو کچھ عرض کر چکا ہوں

راڈرک:۔ کیا مطلب؟

طارق:۔ مطلب یہ کہ اگر آپ اسلام قبول کرلیں اور ایک خدا، ایک رسول اور ایک قرآن کو مان کر ہمارے بن جائیں تو خیر۔ ورنہ ہم آپ کی آنکھوں کے سامنے موت کی بھیانک تصویریں کھینچ دیں گے ہمیں ہر صورت اس ملک کو جہالت اور ظلم اور بربریت سے پاک کرنا ہے۔

راڈرک:۔ (چونک کر) ہوں۔۔۔۔ ہی ہی ہی۔ یعنی تم ہو وہ عقاب جو ہم نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ تم ہسپانویوں کا شکار کرنے آئے ہو۔ خوب خوب بیوقوف کاؤنٹ جولین کو راڈرک کی قوت کا اندازہ معلوم نہیں جاؤ دور ہو جاؤ ہماری نظروں سے ہماری آنکھیں تمہیں حقارت سے بھی دیکھنا پسند نہیں کرتیں۔

طارق:۔ میں آپ کا جواب لئے بغیر یہاں سے ہرگز نہیں جا سکتا۔

راڈرک:۔ نادان۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ راڈرک تمہارے سامنے جھک جائے گا راڈرک نے دنیا کو جھکنا سکھایا ہے۔ خود جھکنا نہیں سیکھا۔

طارق:۔ تو آپ جنگ چاہتے ہیں۔

راڈرک:۔ ہاں جنگ!

طارق:۔ آپ فیصلہ کرنے میں جلدی کر رہے ہیں۔ ایک بار پھر غور کر لیجئے۔

راڈرک:۔ ہم خوب سوچ چکے ہیں۔ جاؤ۔ تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ آج جشن نوروز ہے۔ ما بدولت کے عیش میں مخل ہو رہے ہو تم۔ جاؤ۔ فوراً چلے جاؤ۔

(میوزک۔ وقفہ۔ راڈرک اپنے محل میں وارد ہوتا ہے)

راڈرک:۔ مارگریٹ۔ مارگریٹ کہاں ہو تم۔

مارگریٹ:۔ کنیز۔ ارشاد کی منتظر ہے شہنشاہ۔

راڈرک:۔ مارگریٹ۔ ہمارے قریب آجاؤ۔ اور قریب ہم تمہیں آنکھوں میں بٹھا لیں۔ آج جشنِ نوروز ہے۔ ہماری مسرتوں میں اضافہ کرو۔

(مارگریٹ قریب آجاتی ہے مگر خاموش ہے)

راڈرک:۔ مارگریٹ آج کیا بات ہے۔ آج تمہاری پلکیں بھیگی کیوں ہیں تمہارے احمریں ہونٹوں پر پپڑیاں کیوں جم گئی ہیں۔ تمہاری مست آنکھوں میں شرارت کی چمک کیوں نہیں۔ تمہاری پیشانی کی رونق کہاں ہے۔ تمہارے گلاب کی پنکھڑیوں جیسے رخسار مرجھائے ہوئے کیوں ہیں۔ تمہاری زلفیں شانوں پر پریشان کیوں نہیں؟ تمہاری نازک انگلیاں بربط کے تار کیوں نہیں چھیڑ تیں۔ مارگریٹ۔ جواب دو۔ اوہ مارگریٹ ۔۔۔ ریٹ

(مارگریٹ خاموش ہے)

راڈرک:۔ مارگریٹ۔ آخر بات کیا ہے۔ ہم منتظر ہیں۔ ہمیں جلد شراب کے چھلکتے ہوئے ساغر سے نوازو۔ رقص کرو۔ ہم دنیا کو اپنے محور پر گھومتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے کان پازیب کی جھنکار کے منتظر ہیں۔ ہم نغموں کی برسات دیکھنا چاہتے ہیں۔

مارگریٹ :۔ (غصّے میں) شہنشاہ! کنیز گستاخی کی معافی چاہتے ہوئے عرض کرتی ہے کہ عنقریب آپ کی منتظر نظریں۔ خون کا بہتا ہوا دریا دیکھیں گی۔ پازیب کی جھنکار کے منتظر کان۔ تلواروں کی جھنکار سنیں گے اور نغموں کی برسات کی جگہ آہ و زاری کی دلسوز چیخیں۔

راڈرک :۔ (گرج کر) مارگریٹ! تم! تم آج یہ بہکی بہکی باتیں کیوں کر رہی ہو؟

مارگریٹ :۔ (اسی لہجے میں) کنیز سچ عرض کر رہی ہے عالم پناہ۔ آپ ابھی تک طاؤس و رباب کی محفلوں میں کھوئے ہوئے ہیں۔ ادھر مسلمان دارالحکومت کی طرف سیلاب کی طرح بڑھے چلے آرہے ہیں۔ اور ۔۔۔۔

راڈرک :۔ (بات کاٹ کر سخت لہجہ میں) مارگریٹ۔ کچھ پرواہ نہیں۔ اگر مسلمان سیلاب کی طرح بڑھے چلے آرہے ہیں۔ راڈرک تنکا نہیں جو آسانی سے اس سیلاب میں بہہ جائے گا۔ مسلمانوں کو راڈرک سے ٹکر لینے کا موقع نہیں ملا ہمیں مقدس صلیب کی قسم ہے کہ ہم اس وقت تک تمہارے ہاتھ سے شراب نہیں پئیں گے۔ جب تک ہم ایک ایک مسلمان کو چن چن کر موت کے گھاٹ نہ اتار دیں گے۔

مارگریٹ :۔ مقدس باپ آپ کو فتح نصیب کرے

راڈرک :۔ (لہجہ بدل کر احسانمندانہ انداز سے) ہم تمہارے مشکور ہیں مارگریٹ! ہم آج تک یہی سمجھتے تھے کہ تم ہمیں صرف شراب کے چھلکتے ہوئے پیمانے ہی

پلا سکتی ہو ہمیں معلوم نہ تھا کہ تم ہمیں ایک بہادر سپاہی بنانے کی بھی صلاحیت رکھتی ہو ہمارے جسم پر ہتھیار سجاؤ۔ مابدولت ابھی اسی وقت فوج کا معائنہ فرمائینگے۔

(مارگریٹ ہتھیار سجاتی ہے۔ کھٹ کھٹا اور موسیقی کا وقفہ)

راڈرک:۔ (باہر نکلتے ہوئے) پال۔ پال۔

پال:۔ عالم پناہ

راڈرک:۔ مابدولت ابھی فوج کا معائنہ فرمانا چاہتے ہیں۔ فوراً جا کر انتظام کرو۔

(فوجی بگل وغیرہ)

راڈرک:۔ (معائنہ کرنے کے بعد) پال

پال:۔ شہنشاہ عالم ارشاد

راڈرک:۔ مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے۔

پال:۔ دس بارہ ہزار کے لگ بھگ قبلہ عالم

راڈرک:۔ اپنی فوج کی صحیح تعداد کتنی ہے؟ جو اس وقت دارالحکومت میں موجود ہے

پال:۔ ۲۵ ہزار عالم پناہ!

راڈرک:۔ (جھلا کر) ۲۵ ہزار۔ ۲۵ ہزار

پال:۔ عالم پناہ۔

راڈرک:۔ قریب کی چھاؤنیوں میں کتنی فوج ہے۔

پال:۔ حضور تقریباً ۵۰ ہزار۔

راڈرک:۔ ہوں۔ (سوچ کر) اچھا قریب کی ساری چھاؤنیوں سے فوج منگوالو۔ اور مسلمانوں کے فتح ہسپانیہ کے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دو اور سنو۔ شہر میں منادی کرادو کہ تمام نوجوان اپنے آپ کو جلد از جلد فوجی خدمات کے لیئے پیش کریں۔ ہماری دولت کے احکام کی حرف بحرف تعمیل ہو۔

پال:۔ جو حکم عالم پناہ۔

راوی:۔ طلیطلہ میں منادی کروادی گئی۔ نوجوان جوق در جوق بھرتی ہو گئے طارق دس ہزار مجاہدوں کو لے کر طلیطلہ کے باہر میدان میں خیمہ زن ہوا۔ ہسپانوی فوج کی تعداد ایک لاکھ سے بڑھ گئی۔ دوسرے دن طرفین علی الصبح صف آرائی میں مصروف ہو گئے۔ گاتھ خاندان کا آخری تاجدار شاہ راڈرک اپنے خاص گھوڑے اور یکبارپر سوار زرہ بکتر پہنے سر پر چمکدار خود رکھے، فوج کا معائنہ کرنے لگا اور سپاہیوں کو للکار کر کہنے لگا!

راڈرک:۔ ہسپانیہ کے بہادر نوجوانو! تمہارے ملک پر غیر ملک کے لوگ حملہ آور ہوئے ہیں۔ وہ تمہارا ملک تم سے چھین لینا چاہتے ہیں۔ وہ لٹیروں کا ایک گروہ ہے جو عرب کے ریگزاروں سے اٹھ کر دنیا پر چھا جانا چاہتا ہے۔ مادرِ وطن پکار پکار کر تم سے اپنا حق مانگ رہی ہے۔ اپنی ماں کی آبرو بچانے کیلئے لڑو اور اس طرح لڑو کہ دُنیا تم پر ناز کرے۔ اپنی رگوں میں دوڑتے ہوئے لہو کو سیماب بنالو، تڑپ تڑپ کر حملے کرو اور ان مٹھی بھر عربوں کو اپنے

گھوڑوں کے سموں تلے کچل ڈالو۔ مقدّس باپ تم پر اپنی برکتیں نازل کرے جیت ہماری ہے۔

(نعرے۔ شاہ راڈرک — زندہ باد)

طارق:۔ اے ایمان والو! ہسپانیہ کی زمین پر آج ہمارا آخری امتحان ہے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارا رسولؐ ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارا ایمان ہمارے ساتھ ہے۔ دشمن کی تعداد ہم سے دس گنا سہی۔ مگر ایک مومن دس کافروں پر بھاری ہوتا ہے۔ اپنے سینوں کو فولاد بنا لو۔ تاکہ دشمن کے تیر اُن سے ٹکرائیں اور ٹوٹ کر گر پڑیں۔ آج ہماری قسمت کا فیصلہ ہے۔ جنگ میں سب کچھ ممکن ہے لیکن یاد رکھو! کہ ہم یہاں ملک گیری کی ہوس سے حملہ آور نہیں ہوئے۔ بلکہ اُس خدائے واحد اور اس کے رسولؐ کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ جس کی خوشنودی کے لئے جان پر کھیلنا، اور موت کو مسکرا مسکرا گلے لگانا ہم بازیچہ سمجھتے ہیں۔ لڑو — اور اس شان سے لڑو کہ ہسپانیہ تو کیا سارا یورپ لرز اُٹھے۔ تاجداروں اور کجکلاہوں کا غرور مٹی میں ملا دو اور اس ملک میں اخوت قائم کرو اور کونے کونے میں خداوند وحدہ لاشریک اور اس کے محبوب رسولؐ کا پیغام پہنچا دو۔ اور انہیں زندہ رہنا سکھا دو۔ آگے بڑھو، فتح ہماری ہے!

(طبل کی آواز۔ نعرے۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر)

(تلواروں کی کھٹا کھٹ، چیخ و پکار و شور و غل)

راڈرک: آگے بڑھو، مقدس صلیب تمہارے سروں پر سایہ فگن ہے۔ دشمن کے پاؤں تمہارے پہلے حملہ کی تاب نہ لا کر اکھڑنے والے ہیں۔

طارق: مغیث، تم قلب میں آجاؤ ۔ میسرہ پر سخت دباؤ ہے۔

راڈرک: ہربرٹ تم پیچھے ہٹو ...... باسل تم آگے بڑھو!

طارق: خبردار۔ تمہاری پیشانیوں پہ مایوسی کے بل نہ پڑیں۔ صف شکن حملے کرو

راڈرک: شاباش بہادرو، دشمن نہایت کم تعداد میں ہے۔ مقدس باپ تمہاری مدد کرنے آئے گا۔

(لڑتے لڑتے طارق اور راڈرک آمنے سامنے آجاتے ہیں)

طارق: راڈرک، تم نے مجھے پہچانا؟ پیشتر اس کے کہ جنگ کا فیصلہ ہو آؤ ہم بھی دلوں کے حوصلے آزمائیں!

راڈرک: تم ہو طارق؟ ۔ صحرا نشیں درندے!

طارق: راڈرک، طارق کی تلوار کی زد میں آنے سے پہلے تم ایک بار سوچ لو۔ ہم تمہیں سوچنے کی مہلت دیتے ہیں۔

راڈرک: (قہقہہ لگا کر) سوچنے کی مہلت۔ ہاہاہا۔ ہاہا، نادان، راڈرک کی تلوار میں قیامت کی کاٹ ہے اور ہماری زہر میں بجھی ہوئی تلوار بے نیام ہو کر خون پیئے بغیر نیام میں جانے کی عادی نہیں۔

طارق :۔ مغرور انسان طارق کی تلوار بھی تمہارے خون سے پیاس بجھائے بغیر نیام میں نہیں جائے گی۔

راڈرک :۔ تو سنبھل۔

(وار کرتا ہے۔ لڑتے ہیں۔ تلوار کی جھنکار)

طارق :۔ تمہارے وار کیوں خالی جا رہے ہیں راڈرک، کیا آج شراب نہیں پی؟

راڈرک :۔ آج شراب کی بجائے تمہارا خون پیوں گا،

طارق :۔ اچھا

(طارق راڈرک کو قتل کر دیتا ہے)

راڈرک :۔ آہ۔ آہ۔۔۔

طارق :۔ مسلمانو! دیکھو ہسپانیہ کے بادشاہ کا سر میرے نیزے پر ہے۔ اب وہ میدان میں نہیں ٹھہر سکتے۔ حملہ کرو۔ آخری حملہ۔ نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر۔

(وقفہ)

تعاقب کرو۔ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا، بڑھے چلو۔ بڑھے چلو۔ بڑھتے جاؤ۔

راوی :۔ جنگوں کے فیصلے تعداد کے بل بوتے پر نہیں ہوا کرتے۔ چند مسلمانوں نے جنہیں فقط اللہ پر بھروسہ تھا۔ جن میں ضبط و نظم اور تعاون تھا۔ جن کے حوصلے چٹانوں کی طرح اٹل اور فولاد کی طرح مضبوط تھے، درندہ صفت، سیہ کار اور

وحشی راڈرک کی شیطانی قوتوں کا سر کچل کر طلیطلہ ہسپانیہ کے پایۂ تخت میں

ہلالی پرچم گاڑ دیا۔ع

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی!

ہسپانیہ فتح ہو گیا مسلمانوں نے متعفن فضاؤں میں عظمتِ اسلام کا تعطر بکھیر دیا جہالت اور کفر کی تاریکی دور ہو گئی۔ ظلم اور بربریت کا خاتمہ کر کے علمبرداران اخوت نے ہسپانیہ کی نئی حکومت کی بنیاد مساوات اور عدل و انصاف کے اصول پر رکھی۔

مغیث:۔ امیر آج کی جنگ میں ہمارا ایک سردار سعید شہادت پا گیا۔

طارق:۔ کیا سعید شہید کر دیئے گئے۔ ہمارا سرفروش سپاہی، ہمارا جانباز سوار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہمیں اچھی طرح یاد ہے۔ جب ہم نے تعاقب کا حکم دیا تھا۔ وہ زندہ تھے

مغیث:۔ جی ہاں۔ وہ تعاقب کرتے وقت شہید ہوئے۔ جس وقت وہ ہسپانویوں کی کاٹ میں مصروف تھے۔ ایک ہسپانوی نے تان کر تیر مارا جو ان کے سینے میں ترازو ہو گیا۔ وہ گر پڑے اور گرتے ہی جان بحق ہو گئے۔ ناصر بن حنیف نے اس سپاہی کو گرفتار کر لیا ہے۔ وہ بھی قیدیوں میں موجود ہے۔

بوڑھا ہسپانوی:۔ فریاد ہے۔ فریاد ہے!

طارق :- مغیث دیکھو، کون ہے فریادی، اُس کی درد میں ڈوبی ہوئی آواز ہم سے انصاف طلب کر رہی ہے۔ اُسے ہمارے سامنے لاؤ۔ ہم اس کی فریاد کو پہنچیں گے۔

مغیث :- بہت خوب۔

طارق :- فریاد — انصاف انصاف!

بوڑھا عیسائی :- فاتح اُندلس کے حضور میں آداب بجالاتا ہوں۔

طارق :- اے بزرگ، آپ کیا چاہتے ہیں؟

بوڑھا :- فتح کی خوشی میں کچھ مانگنے حاضر ہوا ہوں سردار؟

طارق :- کیا چاہیئے آپ کو؟

بوڑھا :- پہلے آپ وعدہ کیجیئے کہ یہ ناتواں بوڑھا جو کچھ مانگے گا۔ آپ اُسے دیں گے

طارق :- ہم وعدہ کرتے ہیں۔ فتح کی خوشی میں ہم ہر وہ شے جو ہمارے اختیار میں ہے ہم آپ کو دیں گے۔ اب کہئے آپ کیا چاہتے ہیں۔

بوڑھا :- (گڑگڑاکر) حضور میں بوڑھا ہوں۔ کمزور اور لاچار۔ میرا نوجوان بیٹا بیدکس قید کر لیا گیا ہے۔ مجھے میرا بیٹا چاہیئے۔ خدا کے لیئے اُسے رہائی عطا کیجئے میرے پاس کچھ نہیں۔ دعائیں دوں گا دعائیں

طارق :- لیکن آپ کے بیٹے نے حق اور انصاف کے خلاف تلوار اٹھائی تھی!

بوڑھا :- میرا بیٹا ایسا نہیں۔ وہ سپاہی نہیں۔ وہ تو میرا عصائے پیری ہے۔

طارق :۔ لیکن وہ جنگی قیدی ہے۔ اس نے شیطان صفت بادشاہ کی حفاظت کے لئے اپنی جان بیچی تھی!

بوڑھا :۔ سردار آپ وعدہ کر چکے ہیں

طارق :۔ ہمیں اپنے وعدے کا پاس ہے۔ ہم اُسے رہا کرنے سے پیشتر تحقیق کرنا پسند کریں گے۔

بوڑھا :۔ حضور! وہ سپاہی نہیں۔ وہ شاہ راڈرک کے حکم کے مطابق جبراً بھرتی کیا گیا تھا۔

طارق :۔ مغیث۔ انہیں ساتھ لے جاؤ تا کہ یہ اپنے بیٹے کو پہچان سکے۔ پھر انہیں ہمارے سامنے پیش کرو۔

مغیث :۔ بہت بہتر۔ چلیئے۔

(دونوں چلے جاتے ہیں)

طارق :۔ (اپنے آپ سے) یا پروردگار تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ تو نے ہمیں سرخرو کیا مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیرے اور تیرے رسُول کے احکام کے مطابق یہاں کے لوگوں کو تیرا پیغام سنا سکوں۔ عدل وانصاف اور حق پرستی کے ڈنکے بجاؤں اور یہاں کے گمراہ لوگ راہِ راست پر آجائیں۔

(وقفہ۔ مغیث بروس کو لے کر آتا ہے)

مغیث :۔ یا امیر۔ یہ تو وُہی ہسپانوی سپاہی ہے۔ جس نے ہمارے بہادر سپاہی

سعید کو شہید کر دیا ہے۔ کیا آپ اسے واقعی رہا کر دیں گے؟

طارق :۔ کیا واقعی یہ وُہی سپاہی ہے۔

بوڑھا عیسائی :۔ (رو کر) نہیں سردار۔ نہیں، برقاتل نہیں ہو سکتا، یہ ہرگز خونی نہیں ہو سکتا۔ میں نے اسے انسانیت کا خون کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ یہ میری محبوب بیوی کی نشانی ہے۔ آخری نشانی، میں نے اسے شہر دل کی ملکار فضا اور ہنگاموں سے دور، ایک پہاڑی گاؤں میں پالا ہے۔ یہ معصوم ہے۔ بے گناہ ہے۔ میرے بڑھاپے پر رحم کیجیے۔ میری ضعیفی پر ترس کھائیے اپنا وعدہ۔۔۔

طارق :۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ ہم اپنا وعدہ بھولے نہیں، ابھی ابھی آپ نے کہا تھا کہ اُسے انسانیت کا خون کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی۔ پھر اس نے تمہاری تعلیم پر عمل کیوں نہیں کیا۔

بوڑھا :۔ بروس بیٹے کہدو کہ تم نے کسی کا خون نہیں کیا۔ کہدو کہ تم انسانیت کے قائل ہیں۔۔۔ بروس تم بولتے کیوں نہیں؟ نہیں۔۔۔ (رو کر) بیٹے کیا واقعی تم نے۔۔۔

بروس :۔ ہاں میں نے ان کے ایک سردار کو قتل کیا ہے

بوڑھا :۔ (حیرت سے) ہیں۔ بروس تم نے یہ کیا کیا؟ اوہ سردار میں رحم کا دامن تھام کر آپ سے اپنے بیٹے کی زندگی کی بھیک مانگتا ہوں۔ اس

بڑھاپے میں میرے کمر، ور دل میں بیٹے کی جدائی کا نشتر۔ نہ چبھوئیے۔ سرطانی فتح کی خوشی میں۔۔۔۔۔۔

طارق:۔ (بات کاٹ کر) ہم اپنے وعدے سے نہیں پھر سکتے۔ مسلمان کا ہر لفظ پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔ ہم خوش ہیں کہ آپ نے اُسے انسانیت کا خون کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ ہم اُسے آزاد کرتے ہیں۔ جاؤ نوجوان ہمیشہ اپنے بوڑھے باپ کی خدمت کرتے رہنا۔

بوڑھا:۔ (نہایت خوشی کی حالت میں) حضور، خداوند۔۔۔ خداوند آپ پر برکتیں نازل کرے اور آپ ہمیشہ شاد و آباد رہیں۔ ہمیشہ۔۔۔ ہمیشہ۔۔۔۔

(آواز کم ہوتی جائے)

راوی:۔ اور اسی طرح قلعہ اشہر اور مورچے فتح کرنے کے بعد طارق بن زیاد نے اہل ہسپانیہ کے دلوں کو مسخر کرنا شروع کر دیا۔" اس کی شجاعت کیساتھ ساتھ اُس کی عدل گستری کا جرچا بھی ہونے لگا۔ کچھ دنوں بعد موسیٰ بن نصیر اٹھارہ ہزار مجاہدین سمیت طلیطلہ میں وارد ہوا۔ طارق کوہ پیری نیز کی چوٹی پر جا پہنچا اور فرانس کے ملک کو دیکھنے لگا۔ ابھی وہ اسی خیال میں تھا کہ اُسے امیر المومنین کی طرف سے واپسی کا حکم ملا اور۔

سپاہی نمبر ا:۔ افسوس ہے کہ کل ہم سے ہمارا محبوب اور جانباز سردار طارق جدا ہو جائے گا۔

سپاہی نمبر ۲:۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ اُن کے چلے جانے کے بعد خدا جانے کوئی ایسا سردار آ بھی سکے گا یا نہیں۔ جو حقیقت میں ایک سچا سپاہی ایک قابل سپہ سالار اور ایک قابل حکمران ثابت ہو سکے!

سپاہی نمبر ۳:۔ بھئی میرا تو دل ٹوٹ گیا ہے۔ اب اس ملک میں ہماری حکومت دیرپا ثابت نہ ہو گی۔

(ملی جلی آوازیں)

راوی:۔ سپاہیوں، سرداروں اور عوام کی ایسی باتیں جب طارق نے سنیں تو جانے سے پیشتر ان سے مخاطب ہوا۔

طارق:۔ رفیقو! دوستو! میں جا رہا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ آپ کو میرے جانے کا افسوس ہے۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ آپ کی بھول ہے۔ جو کام خلیفہ نے اور حاکم افریقہ نے میرے سپرد کیا تھا میں نے اُسے بخوبی سرانجام دیا ہے مجھے دکھ ہوتا ہے۔ جب میں یہ سنتا ہوں کہ سپاہی بددل ہو رہے ہیں۔ مسلمانو! میں نے اپنا کام پورا کر دیا ہے۔ تم یہاں رہو گے۔ اس ملک پر حکومت کرو گے۔ اُسے مضبوط خوشحال اور دولتمند بنانا تمہارا کام ہے مایوسی گناہ عظیم ہے۔ خدا کی مدد پر بھروسہ رکھو اور اس ملک کو دنیا کا ممتاز ترین ملک بنانے کے لئے اپنی تمام مساعی صرف کر دو۔ میرے چلے جانے کے بعد تم میرے نقش قدم پر چل سکتے ہو۔ نظم، ضبط اور تعاون قائم

کرو۔ اخوت اور مساوات کے علَم لہرانے جہاں چاہو، نکل جاؤ، آپس کی رنجشیں اور اختلافات مٹادو، اور یہ نہ بھولو کہ تم اللہ کے سپاہی ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو۔

راوی:۔ یہ اُس مرد جری کے الفاظ تھے۔ جس نے ہسپانیہ بزورِ شمشیر فتح کیا اور پھر حکومت اپنے رفقا کو سونپ کر واپس چلا گیا۔ بالکل اسی طرح ہمارے محبوب رہنما، بابائے ملت حضرت قائدِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے پاکستان قلم کے زور سے لیا اور پھر حکومت ہمیں سونپ کر خود عالم بقا کو سدھارے ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیئے اور وہ پودا جو وہ لگا گئے ہیں ہمیں اپنے خون سے سینچ کر پروان چڑھانا چاہیئے۔ نظم، ضبط اور تعاون ہمیں ہر مسئلے کے حل میں امداد دیں گے اور دیانتداری ہماری کامیابی کا زینہ ثابت ہوگی ہمیں اپنے محبوب رہنما کے جدا ہو جانے پر مایوس نہ ہو جانا چاہیئے۔ بلکہ اپنی مسرفیتوں کو دگنا چوگنا کر دینا چاہیئے ہم اِن کے نقشِ قدم پر چل کر ساحلِ مراد تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہمیں اپنا ہر پہلو مضبوط بنانا چاہیئے۔ ہمیں اپنے حملے برقرار رکھنا چاہئیں۔ ہمیں ہرگز ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ ہمارا ہر قدم ترقی کی طرف بڑھے۔ ہمارا وقت ملک اور قوم کی بہبودی میں گزرے ہماری جان مال، سب کچھ ملک اور قوم کے لئے وقف ہو تو وہ دن دور نہیں۔ جب ہم اپنے پیارے وطن پاکستان کو دنیا کے ممتاز ملکوں کی صف میں دیکھیں گے

صلاح الدّینؒ ایوبی

غازی صلاح الدین ایوبی

(ترنم سے)

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت کا زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

مکاں فانی، مکیں فانی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے

یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا!

راوی: یہ ارضِ مقدس .... وہ پاک زمین جس کی مٹی فدائیانِ اسلام

کی پاک اُخوّان سے بسی ہوئی ہے ...... جس کے در و دیوار پر توحید پرستوں کے مطہر لہو سے نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ وہ مقدس شہر جو ظہور اسلام سے آج تک آزمائشوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے ...

... جہاں اولیا اور انبیا پیدا ہوئے۔ جہاں انہوں نے وفات پائی ....

غازی سلطان صلاح الدین ایّوبی کے مقابلے میں یورپ کی تمام قوتوں کے اجتماع کی خبر سُن رہا ہے اور غازی صلاح الدین پُر امن طور پر فیصلہ ہو جانے کی تدبیریں سوچ رہا ہے۔

صلاح الدین:۔ ملک العادل

ملک العادل:۔ ارشاد فرمایئے!

صلاح الدین:۔ ہم چاہتے ہیں کہ جنگ نہ ہو۔ جنگ میں سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ طرفین کی لاکھوں جانیں تلف ہو جائیں گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

ملک العادل:۔ عالیجاہ! ۔ میرا خیال ہے کہ صُلح ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے

صلاح الدین:۔ کیوں

ملک العادل:۔ اس لئے کہ یورپ کے تمام بادشاہ۔ رچرڈ شاہ انگلستان کے جھنڈے تلے جمع ہونے کو تیار ہو چکے ہیں۔ ایسے حالات میں اگر ہم صُلح کے لئے بات چیت شروع کریں تو یقیناً وہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ ہم ان کی

بے پناہ طاقت سے خوفزدہ ہوگئے ہیں.... اور وہ ہمیں بزدل سمجھنے لگیں گے

صلاح الدین:۔ (گرج کر) ملک العادل! شیر کبھی بزدل نہیں کہلا سکتا.... صلاح الدین کی تلوار سے دشمن بخوبی واقف ہیں

ملک العادل:۔ بجا ارشاد ہوا عالم پناہ.... لیکن...

صلاح الدین:۔ (بات کاٹ کر) لیکن کیا؟.... ہم مسلمان ہیں۔ اتمام حجت کے لئے صلح کا پیغام ہم خود لے کر جائیں گے....!

ملک العادل:۔ بہت بہتر عالم پناہ!

آواز:۔ غازی سلطان صلاح الدین ایوبی تشریف لائے ہیں۔

صلاح الدین:۔ (رچرڈ کے دربار میں جہاں سب اپنی اپنی جگہ پر متمکن ہیں) میں ہوں صلاح الدین.... اور اپنے بہادر دشمن شاہِ انگلستان سے ملنا چاہتا ہوں

رچرڈ:۔ میرے معزز مہمان میں ہوں رچرڈ۔ شاہِ انگلستان۔

صلاح الدین:۔ رچرڈ نہیں شیر دل رچرڈ۔

رچرڈ:۔ عزت افزائی کا شکریہ (بلند آواز سے) ہمارے معزز مہمان کے لئے شراب لاؤ۔

(خادم شراب لے کر آتا ہے)

صلاح الدین:۔ افسوس ہے۔ میں شراب نہیں پیتا

رچرڈ:۔ آپ میری پیش کی ہوئی شراب کو ٹھکرا کر میری توہین کرنا چاہتے ہیں۔

صلاح الدین :۔ نہیں ہرگز نہیں ۔ ۔ ۔ میں آپ کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔
شاید آپ نہیں جانتے کہ مسلمان شراب نہیں پیا کرتے۔

رچرڈ :۔ اوہ۔ مجھے افسوس ہے۔ ۔ ۔ فرمائیے کونسی چیز پیش کی جائے۔

صلاح الدین :۔ صرف پانی۔

رچرڈ :۔ (بلند آواز سے) تعمیل ہو۔

(وقفہ۔ دونوں پانی پیتے ہیں)

صلاح الدین :۔ یہ سب کون حضرات ہیں۔

رچرڈ :۔ یہ سب یورپ کے بادشاہ ہیں۔ یہ ہیں فلپ شاہ فرانس۔
یہ ہیں ولیعہد روس۔ یہ ہیں شاہ جرمنی۔ یہ کرائے۔ یہ ہیں شاہ سپین یہ اٹلی
کے بادشاہ ۔ ۔ ۔ یہ شاہ سکاٹ لینڈ ۔ ۔ یہ شاہ بلجیم ۔ ۔ ۔ یہ شاہ ہالینڈ ۔ ۔ ۔
یہ شاہ پرتگال اور یہ ہیں شاہ یونان۔

صلاح الدین :۔ ہوں! ۔ ۔ ۔ ایک سپاہی کے مقابلے میں اتنے بہت سے
شہنشاہ صلاح الدین کے پاس صرف ایک ہی چمکتی ہوئی تلوار ہے

رچرڈ :۔ شاید آپ نے رچرڈ کی تلوار نہیں دیکھی ۔ ۔ ۔ ہمضری لوہے کی
ٹھوس سلاخ حاضر کرو۔

(رچرڈ تلوار نکال کر سلاخ پر وار کرتا ہے اور ایک ہی وار میں دو ٹکڑے
کر دیتا ہے)

رچرڈ :۔ (آواز) ٹکڑے اُٹھا کر دیکھئے یہ رچرڈ کی تلوار ہے۔

صلاح الدین :۔ شاہ انگلستان نے اپنے بازوؤں کی قوت کا مظاہرہ کیا ہے۔
لیکن اپنی تلوار کی تیزی نہیں بنا سکے۔۔۔ (وقفہ) ۔ یہ دیکھئے۔۔۔ یہ ریشم ہے۔
اسے ہوا میں اُچھالئے۔

راوی :۔ صلاح الدین تلوار نکال کر کپڑے کو ہوا میں اُچھالتا ہے اور نیچے تلوار
رکھتا ہے کپڑا کٹ کر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے

صلاح الدین :۔ ملاحظہ فرمائیے۔۔۔ یہ صلاح الدین کی تلوار ہے۔

رچرڈ :۔ (قہقہہ لگا کر) آپ بھول رہے ہیں صلاح الدین! عیسائیوں کا ذرہ ریشم کا نہیں
بلکہ فولاد کا بنا ہوا ہے۔

صلاح الدین :۔ صلاح الدین کی تلوار فولاد کو ریشم کی طرح کاٹا کرتی ہے۔
اس وقت ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ صلح پسند کرتے ہیں یا جنگ

ایک :۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم گیارہ بادشاہ ہیں۔

صلاح الدین :۔ ہوں ۔ جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان گیارہ بادشاہوں
کے مقابلے میں صلاح الدین تنہا ہے۔ لیکن آپ شاید یہ نہیں جانتے کہ ہمارے
ساتھ ہمارے ایمان کی قوتیں ہیں۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔

ایک :۔ ہم جنگ پسند کرتے ہیں۔

دوسرا :۔ جنگ !!

تیسرا:۔ جنگ!
چوتھا:۔ جنگ!

(ملک العادل ڈھال بڑھاتا ہے)

صلاح الدین:۔ (ڈھال پر تلوار مارتا ہے) جنگ!... رچرڈ! ہمیں قسم اُس خدا کی جس کے قبضے میں ہماری جان ہے کہ ہمارے جیتے جی آپ بیت المقدس میں قدم نہ رکھ سکیں گے۔

(چلا جاتا ہے)

راوی:۔ سلطان واپس چلا آیا اور جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ ادھر صاحبانِ اقتدار نے یورپ کے تمام بادشاہوں کو صلاح الدین کے خلاف لڑنے کے لئے اکسایا اور سب سے اس بات کی منظوری لی کہ تمام یورپ کے لوگوں پر ٹیکس لگایا جائے۔ جس کا نام (Saladin tenth) صلاڈین ٹینتھ یا سلاڈین ٹیکس۔ یعنی تمام اہلِ یورپ اپنی ماہوار آمدنی کا دسواں حصہ ٹیکس دیں اور جو کوئی ادائیگی سے انکار کرے اُسے فوراً قتل کروا دیا جائے۔ چنانچہ اس دولت سے بے شمار دولت اکٹھی کی گئی۔ جس سے عظیم الشان فوج اور سامانِ حرب تیار کیا گیا اور رچرڈ تمام یورپ کی فوجوں کو سمیٹ کر ساحلِ شام پر اترا اور عکہ کی جانب چل پڑا۔ سلطان کو خبر ملی تو خود ہی ارسان کی طرف کوچ کرنا مناسب سمجھتے ہوئے چل پڑا۔ ارسان کے گورنر جنرل ہوبس ویلی کو شکست دیکر اُسے قتل

کر دیا۔ اور اوسان پر قبضہ کر لیا۔۔۔ عکہ پر ہلالی پھریرا لہرا رہا تھا۔ رچرڈ نے اس شہر کو جلد از جلد فتح کرنے کی کوشش کی اور وہ بہت جلد کامیاب بھی ہو گیا۔ کیونکہ یہاں پر مٹھی بھر مسلمان تھے۔ جنہوں نے مقدور بھر مدافعت کی۔

رچرڈ فاتحانہ انداز سے شہر میں داخل ہوا۔۔۔

رچرڈ:۔ کنرائے!

کنرائے:۔ عالم پناہ!

رچرڈ:۔ سپاہیوں سے کہہ دو کہ جب تک رچرڈ کی تلوار نیام میں نہ جائے قتل عام جاری رہے۔ خبردار۔ کوئی مسلمان زندہ نہ بچنے پائے۔

کنرائے:۔ بہت خوب عالیجاہ۔ ایسی ہی ہوگا۔

(گھوڑے کے چلنے کی آواز۔ وقفہ)

رچرڈ:۔ کنرائے!

کنرائے:۔ ارشاد

رچرڈ:۔ ان مسجدوں کے یہ خوبصورت محراب اور آسمان کی طرف سر اٹھائے ہوئے یہ بلند مینار فوراً پیوند زمین کر دیئے جائیں۔ عکہ میں مسلمانوں کی کوئی یادگار باقی نہ رہے!

کنرائے:۔ بہت خوب

رچرڈ:۔ فوج میں اعلان کروا دو اور انہیں آج پوری آزادی ہے۔ وہ فتح کی خوشی

میں جو چاہیں کریں۔ سپاہیوں کے لئے بہترین اور کافی سے زیادہ مقدار میں شراب مہیا کرو۔

کنرائے:۔ بہت خوب

رچرڈ:۔ ہماری بھانجی شہزادی اریبل اور ہمارے ٹھہرنے کے لئے یہ سامنے والا محل مناسب معلوم ہوتا ہے۔ انہیں یہاں بھجوا دو۔ ہم آرام کریں گے۔

کنرائے:۔ بہت بہتر۔ آپ تشریف رکھیئے۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔

رچرڈ:۔ ہوں۔

(گھوڑے سے اتر کر محل کے اندر داخل ہوتا ہے) (وقفہ)

کنرائے:۔ (سپاہیوں سے) یہ کون ہے؟ کہاں لئے جا رہے ہو؟

ایک:۔ حضور یہ مسلم دوشیزہ ہم شاہ رچرڈ کے حضور میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

کنرائے:۔ ضرور۔ ضرور۔ یہ حسین تحفہ شاہ ضرور پسند فرمائیں گے۔ لے چلو اسے۔

(لڑکی کو لے کر محل میں داخل ہوتے ہیں۔ رچرڈ کمرے میں ٹہل رہا ہے)

راوی:۔ عکہ کی تباہی کا حال سلطان کو معلوم ہوا۔ لیکن وہ عکہ کی طرف نہ بڑھ سکا۔ کیونکہ رچرڈ کی امداد کے لئے باون ۵۲ بحری جہاز جن میں بے پناہ فوج اور سامان حرب تھا آ رہے تھے۔

منیر:۔ (صلاح الدین کے دربار میں) سلطان المعظم! دشمن کے جہاز ساحل سے تقریباً سات میل دور ہیں۔ ہوا کا رخ ان کے مخالف ہے۔ اگر انہیں سمندر

ہی میں رد کا گیا۔ تو وہ کل صبح تک ساحل پر ضرور آ لگیں گے۔

صلاح الدین :۔ تم کون ہو؟

منیر :۔ عالم پناہ! میں "المجاہد" کا ایک عہدہ دار ہوں اور غلام کا نام منیر ہے

صلاح الدین :۔ دشمن کے ۵۲ جہاز ہیں۔ وہ کافی مضبوط بیڑہ ہے اور ہمارے پاس اتنے جہاز نہیں کہ ان کا مقابلہ پانی میں کیا جا سکے۔ انہیں ساحل پر اُتر لینے دو ...... ہم خود نپٹ لیں گے۔

منیر :۔ عالیجاہ! غلام صرف تن تنہا اُن کا مقابلہ کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہے۔

صلاح الدین :۔ کیا تم اکیلے ۵۲ جہازوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جانا چاہتے ہو؟

منیر :۔ جی ہاں۔ عالم پناہ

صلاح الدین :۔ منیر! اسلام میں خودکشی حرام ہے اور تمہارا اکیلا جانا خودکشی کرنا ہے

منیر :۔ ظلِ سبحانی۔ آپ صرف اجازت بخش دیں۔ میں بخوبی مقابلہ کر سکوں گا۔ خادم جس نیت سے جانا چاہتا ہے۔ اسے خودکشی ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

صلاح الدین :۔ اچھا جاؤ! ہم اجازت دیتے ہیں ...... ہم تمہارا شوقِ شہادت دیکھتے ہوئے تمہارا دل نہیں توڑ سکتے ...... جاؤ! خدا انہیں اپنے نیک ارادوں میں کامیاب کرے۔

منیر :۔ عالیجاہ! خادم مرتے دم تک یہ نہ بھولے گا کہ سلطان نے اپنے غلام

کی حوصلہ افزائی فرما کر اُسے ہمیشہ کے لیئے زندہ رہنے دیا۔

(چلا جاتا ہے۔ وقفہ)

صلاح الدّین:۔ ملک العادل!

ملک العادل:۔ ارشادِ عالی!

صلاح الدین:۔ عکے سے کوئی نئی خبر آئی ہے یا نہیں؟

ملک العادل:۔ سلطان المعظم! عکہ میں اب توحید پرست نہیں رہے۔ خونخوار اور درندہ صفت دشمن ہیں..... عکہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے۔ دشمنوں کی بربریت اور ظلم کا یہ عالم ہے اور اِدھر عالم پناہ نے فتح اوسلان کے وقت یہاں کے نصرانیوں کو امان دی ــــــ (آہ بھر کر) سبحان اللہ!

صلاح الدین:۔ ملک العادل اسلام کی شان ہی اسی میں ہے کہ وہ دشمن سے لڑے اور جب فتحیاب ہو تو اُسے معاف کر دے.... ہم اسلام کے اصولوں کو نظر انداز کر کے گمراہ ہونا پسند نہیں کرتے... نور الدّین! تم دس ہزار جانباز لے کر جاؤ... اور کرمان پر حملہ کرو۔ اگر وہ لوگ اطاعت قبول کر لیں تو انہیں امان دے دو۔ اگر مقابلہ کریں... تو انہیں کچل ڈالو۔ اس طرح رچرڈ اوسلان کی طرف دوبارہ پیش قدمی نہ کر سکے گا۔

نور الدین:۔ بہت بہتر عالم پناہ!ــ غلام کا خیال ہے کہ حضور خود بھی جلد ہی واپس تشریف لے چلیں اور یہاں قائم مقام مقرر کر جائیں۔

صلاح الدین:۔ ابھی وقت نہیں آیا نورِ نظر... جب ہم مناسب سمجھیں گے کوچ کا حکم دے دیں گے۔ تم جاؤ!

نور الدین:۔ بہت خوب!

(چلا جاتا ہے)

راوی:۔ شہزادہ نور الدین کرمان کی طرف روانہ ہوا اور منیر ساحل پر پہنچا۔ منیر نے اپنا جہاز خالی کروا لیا۔ ہوا موافق تھی۔ آتشگیر مادے جمع کیے اور تن تنہا جہاز کو موجوں کے حوالے کر دیا۔ شام کا وقت تھا۔ ہوا سائیں سائیں کر رہی تھی۔ سمندر موجیں مار رہا تھا۔ بہت جلد یہ نصرانیوں کے جہازوں کے قریب پہنچ گیا۔ نصرانیوں نے مسلمانوں کا جہاز دیکھا تو تیار ہو گئے۔ منیر نے نزدیک آ کر آتش بازی شروع کر دی۔ ہوا تیز چل رہی تھی۔ جہازوں کو آگ لگ گئی۔ دشمن کے سپاہی جان کے خوف سے سمندر میں کودنے لگے۔ منیر کے جہاز کو بھی آگ لگ گئی۔ مگر وہ خود برابر آتش بازی کر رہا تھا۔ ادسان کے ساحل سے یوں نظر آتا تھا جیسے سمندر میں آگ لگ گئی ہو۔ صبح ہوتے ہوتے دشمنوں کے تمام جہاز سپاہیوں اور سامان حرب سمیت سمندر کی تہہ میں جا پہنچے۔

ملک العادل:۔ سلطان المعظم۔ خوشخبری۔

صلاح الدین:۔ کیسی خوشخبری عادل۔ کہو، ہم جلد از جلد سننا پسند کریں گے۔

ملک العادل:۔ دشمنوں کے ۵۲ جہاز سمندر کی تہہ میں پہنچا دیئے گئے ہیں لیکن...

پروردگار کا۔ حضور آج قدرت نے خود عکہ کے بے بس اور مظلوم مسلمانوں کے قتلِ عام کا بدلہ لے لیا!

صلاح الدین:۔ عادل۔ دعا کرو کہ پروردگار منیر کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اس نے جان پر کھیل کر دشمنوں کو ناقابلِ برداشت زک پہنچائی ہے۔ اس کی جرأت پر تحسین کے تمام الفاظ نچھاور۔

جاسوس:۔ (اندر آکر) حضور۔ مژدہ

صلاح الدین:۔ آگے آؤ۔ کہو کیا خبر لائے ہو؟

جاسوس:۔ سلطان المعظم۔ غلام عکہ سے آرہا ہے اور یہ معلوم ہوا ہے کہ رچرڈ سخت بیمار ہے۔ کئی طبیب ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔

صلاح الدین:۔ آہ! یہ مژدہ نہیں ہے۔ ہمارا دشمن بیمار ہے۔ اگر وہ چل بسا تو ہماری قسم ادھوری رہ جائے گی۔

ملک العادل:۔ عالی جاہ! اگر راستے کا کانٹا خود بخود دور ہو جائے تو اس میں برائی کیا ہے۔

صلاح الدین:۔ دشمن کی موت کی دعا مانگنا بزدلی ہے۔ عادل تم نہیں سمجھ سکتے۔ صلاح الدین بہادر دشمنوں کو کس قدر پسند کرتا ہے۔ اگر رچرڈ نہ رہا۔ تو پھر صلاح الدین کی تلوار کس کے سر پر بجلی بن کر ٹوٹے گی۔

راوی:۔ عکہ میں آگ لگ گئی تو رچرڈ کا محل بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔

چنانچہ رابیل کا کمرہ آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ آگ لگانے والے مسلمانوں میں سے ایک کی نظر اس پر پڑی تو اسے نکال کر شہر سے باہر لے گیا۔ یہ عبدالرحمٰن نامی ادھیڑ عمر کا شخص تھا جس کی نوجوان بیٹی رضیہ کی آنکھیں رچرڈ نے نکلوا دی تھیں عبدالرحمٰن اُسے شہر سے تقریباً دو کوس دُور ایک پہاڑ پر لے گیا اور ایک غار میں چھپا دیا۔ رابیل زخمی ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس کا معمولی علاج وغیرہ کیا۔

رابیل:۔ تم کون ہو؟ آخر تم نے مجھے اپنے ماموں سے کیوں جدا کر رکھا ہے۔ مجھے واپس لے چلو۔ میں تمہاری منت کرتی ہوں۔ مجھے واپس لے چلو۔

عبدالرحمٰن:۔ بیٹی۔ اب تو واپس نہیں جا سکتی۔ عکہ یہاں سے کوسوں دُور ہے

رابیل:۔ آخر کیوں نہیں جا سکتی۔ تم جانتے ہو۔ میں کون ہوں۔

عبدالرحمٰن:۔ یہ نہیں جانتا کہ تو کون ہے۔ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ دشمن کی ایک لڑکی ہے۔

رابیل:۔ (گرج کر) میں رچرڈ کی بھانجی ہوں۔ اس کے قہر سے ڈرو۔ وہ تمہاری بوٹیاں کروا ڈالے گا۔

عبدالرحمٰن:۔ اوہ! تم رچرڈ کی بھانجی ہو۔ لیکن میں تمہیں اپنی بیٹی بنا کر رکھوں گا۔ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔

(وقفہ)

ملک العادل:۔ سلطان المعظم! کرمان سے شہزادہ نورالدین کا قاصد آیا ہے پیغام

ہے کہ کرمان پر بغیر کشت و خون کے قبضہ ہو گیا ہے۔ شہریوں کو امان دی گئی ہے اور جزیہ کی رقم وصول کر لی گئی ہے۔ مزید یہ لکھا ہے کہ رچرڈ کی تشویش ناک حالت کی خبریں بدستور آ رہی ہیں۔ حکم ثانی کا منتظر ہوں۔

صلاح الدین:۔ ہوں (ٹہلتا ہے) رچرڈ کی حالت تشویش ناک ہے — رچرڈ۔

(وقفہ)

رچرڈ:۔ دوا . . . لاؤ . . . اوں . . . ہوں . . . آہ . . . (دوا پیتا ہے) آہ۔ فوجوں میں ہراس تو نہیں پھیلا کہیں۔ ان کے لئے عیش کے سامان مہیا کرو۔ سُن رہے ہو کزائے۔ انہیں عیش میں مصروف رکھو۔ تاکہ وہ ہمیں بھولے رہیں۔

کزائے:۔ عالم پناہ۔ صلاح الدین نے اپنا شاہی طبیب بھیجا ہے۔ اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے۔

رچرڈ:۔ صلاح الدین — صلاح الدین نے شاہی طبیب بھیجا۔ آہ — ہم اسے سمجھ نہ سکے۔ واقعی وہ شیر دل دشمن ہے . . . اسے اندر بھیج دو۔

کزائے:۔ حضور — میرا خیال ہے کہ آپ اسے علاج کرنے کی اجازت نہ بخشیں۔

رچرڈ:۔ آخر کیوں!

کزائے:۔ جہاں پناہ۔ اس لئے کہ صلاح الدین کچھ بھی ہو۔ آخر دشمن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس نازک موقع سے فائدہ اٹھائے۔

رچرڈ :۔ کزائے صلاح الدین بزدل نہیں۔ آہ وہ ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔ اوہ
طبیب کو اندر بھیج دو۔

کزائے :۔ بہت بہتر

(وقفہ)

طبیب :۔ (اندر آکر) آداب بجالاتا ہوں جہاں پناہ ــــ میرے آقا غازی سلطان
صلاح الدین ایوبی کی طرف سے۔

(مراسلہ دیتا ہے)

رچرڈ :۔ (کراہتے ہوئے) کزائے پڑھو۔ ہمارے دلیر دشمن نے کیا لکھا ہے۔

کزائے :۔ بہت خوب جہاں پناہ!۔ (کاغذ کی سرسراہٹ)

سُلطان صلاح الدین ایوبی کی طرف سے شاہِ انگلستان شیر دل رچرڈ پر
سلامتی ہو!

جب سے آپ کے بیمار ہونے کی خبر سُنی ہے سخت بے چین ہوں۔ خدائے
بزرگ و برتر کے حضور میں آپ کی صحت یابی کی دُعا کرتا ہوں۔ شاہی طبیب
حاضرِ خدمت ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ بہت جلد تندرست ہو جائیں گے۔
خدائے قدوس آپ کو جلد صحت عطا فرماوے۔ آمین

دستخط... صلاح الدین

رچرڈ :۔ کزائے۔ انہیں ساتھ لے جاؤ۔ کچھ دیر آرام کرلیں۔ شام کو خود انہیں

لے کر حاضر ہونا۔

کرنائے :۔ بہت بہتر عالم پناہ ـــــ چلیئے۔

(چلے جاتے ہیں)

راوی :۔ شاہی طبیب نے نہایت تندہی سے علاج کرنا شروع کیا اور دو ہفتوں کے اندر اندر رچرڈ تندرست ہو گیا۔ ڈیڑھ ماہ بیمار رہنے کے بعد اس نے دربار منعقد کیا۔ سپاہیوں میں انعامات تقسیم کیئے۔ اور پھر تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

رچرڈ :۔ (گرج کر) : میرے بہادرو ـــــ اب ہم یروشلم پر حملہ کریں گے اور اسے ہر قیمت پر جیتیں گے۔

صلاح الدین :۔ رچرڈ! جب تک صلاح الدین زندہ ہے۔ آپ بیت المقدس کو فتح نہیں کر سکتے۔

کرنائے :۔ شاہی طبیب۔ خاموش!

صلاح الدین :۔ شاہی طبیب نہیں صلاح الدین!!

راوی :۔ رچرڈ نے دیکھا تو پتھر کا بے جان مجسمہ بن کر رہ گیا۔ شاہی طبیب کے لباس میں خود غازی صلاح الدین کھڑے تھے۔ درباری بھی حیران دیکھ رہے تھے غازی صلاح الدین جا چکے تھے

کرنائے :۔ عالم پناہ! اگر اجازت ہو تو انہیں گرفتار کر لیا جائے۔

رچرڈ :۔ نہیں کرنائے نہیں۔ تم نے دیکھا صلاح الدین کس قدر بہادر ہے اپنے

(آپ سے) رچرڈ! اگر تو صلاح الدین ہوتا تو کیا تو اس طرح کر سکتا۔

کرزائے:۔ حضور کس سوچ میں ہیں ... ارشاد فرمائیے۔ وہ لوگ ابھی دور نہیں گئے ہوں گے۔

رچرڈ:۔ کرزائے۔ تم اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے۔ ہمیں بتاؤ اوسان کی بندرگاہ پر امدادی فوجیں اتر رہی ہیں یا نہیں؟

کرزائے:۔ نہیں عالم پناہ۔

رچرڈ:۔ نہیں۔ ابھی تک مزید امداد نہیں پہنچی؟

کرزائے:۔ جہاں پناہ۔ اوسان پر صلاح الدین قابض ہو چکا ہے۔

رچرڈ:۔ (چونک اٹھتا ہے۔ گرج کر) کیا کہا۔ اوسان پر صلاح الدین نے قبضہ کر لیا؟

کرزائے:۔ عالم پناہ۔

رچرڈ:۔ کب

کرزائے:۔ تقریباً ایک ماہ ہوا ہے عالی جاہ۔

رچرڈ:۔ (گرج کر) تم نے آج تک ہمیں کیوں نہ بتایا۔

کرزائے:۔ حضور اس لئے کہ ڈاکٹروں نے منع کر رکھا تھا۔ بری خبر سے حضور کی طبیعت پر ناگوار اثر پڑنے کا خطرہ تھا۔

رچرڈ:۔ ہوں... افسوس... اور نڈابیل کا کچھ پتہ چلا؟

کرزائے:۔ نہیں حضور۔ خیال ہے کہ شاہی محل گرنے کی وجہ سے کہیں دب کر...

رچرڈ:۔ (بات کاٹ کر) خاموش۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔۔۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا چاروں طرف آدمی بھیجو۔ شہر کا چپہ چپہ چھان مارو۔ تلاش کرو۔ اس کی گمشدگی ہماری بیماری کا باعث بنی۔ اور اس کی موت تمہارے بادشاہ کی موت ثابت ہوگی۔ جیسے بھی ہو۔ جہاں بھی ہو۔ اسے ڈھونڈو۔

کرنلائے:۔ بہتر ہے عالی جاہ

راوی: تلاش بے سود ثابت ہوئی۔ آخر تنگ آکر رچرڈ نے فوج کو بیت المقدس کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ ڈھائی لاکھ ٹڈی دل نصرانی لشکر نے آکر بیت المقدس کے سامنے خیمے گاڑ دیئے۔ سلطان صلاح الدین نے قلعہ کی فصیل پر ہر قسم کی چیزیں بافراط بہم کروائیں اور حملے کا انتظار کرنے لگے۔

راوی:۔ دوسرے دن علی الصبح رچرڈ کی فوجیں میدان میں صف آرا ہو گئیں قلعہ کی فصیل پر مسلمان مجاہد کیل کانٹے سے لیس ہو کر حملے کا انتظار کرنے لگے۔ رچرڈ نے سپاہیوں سے للکار کر کہا۔

رچرڈ:۔ شیرو۔ تم یورپ سے چل کر جس مقصد کے حصول کے لئے آئے ہو۔ وہ تمہارے سامنے ہے۔ عکہ کی طرح یہاں کے مسلمانوں کی بھی دھجیاں اڑا دو اور ان پر ثابت کر دو کہ یروشلم صرف ہمارا ہے۔ ناپاک اور نجس مسلمانوں کا نہیں۔ تم آسودگی اور عزت سے جی سکو گے۔ سر ہتھیلیوں پر رکھ کر آگے بڑھو اور قلعہ کی فصیل کو اپنی آنکھوں کی چنگاریوں سے جلا کر راکھ کر دو۔ بڑھو۔ قلعہ کے

چاروں طرف پھیل جاؤ۔ فتح تمہارا انتظار کر رہی ہے۔

(طبل جنگ کی آواز۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ۔ ہتھیاروں کی کھٹا کھٹ

دفعۃً فصیل پر مسلمانوں کا نعرہ وغیرہ)

نعرۂ تکبیر ــــــ اللہ اکبر

صلاح الدین :- عادل

عادل :- عالی جاہ

صلاح الدین :- تمام سپاہیوں سے کہہ دو کہ تیر کمانوں سے ایک ساتھ چھوڑیں۔ تاکہ یوں معلوم ہو کہ جیسے ایک ہی کمان سے نکلے ہیں۔ دشمنوں کو فصیل کے قریب نہ آنے دیں۔ بھاری پتھر پھینکے جائیں۔ تاکہ انہیں آگے بڑھنے کی جرأت ہی نہ ہو سکے

عادل :- سب کو ہدایت کر دی گئی ہے عالی جاہ۔

صلاح الدین :- نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر۔

(تیروں کی سنسناہٹ۔ چیخ و پکار وغیرہ)

رچرڈ :- (چلا کر) آگے بڑھو۔ حملہ کرو۔ کرزائے۔ زرہ پوش سب سے آگے کر دو۔ سواروں کو کہو تیزی سے بڑھیں۔ فصیل کے پاس پہنچ جائیں اور کمندیں پھینکنی شروع کر دیں۔

(وقفہ)

عادل :- ظلِ اکرم! اب تک عیسائیوں کی صفیں کسی طرف سے بھی آگے نہیں بڑھ سکیں جب ایک صف کا صفایا ہو جاتا ہے۔ تو فوراً دوسرے عیسائی آکر رخنے پر کرا

کر دیتے ہیں۔

صلاح الدین :۔ تیر افگنی بدستور جاری رہے۔ تیر اندازوں کی تعداد بڑھا دو۔ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔

رچرڈ :۔ (چلّا کر) پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو۔ آگے بڑھو۔

(وقفہ)

نعرۂ تکبیر —— اللہ اکبر

راوی :۔ سورج مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہو گیا۔ دن بھر دشمن قلعہ کی طرف دیوانہ وار بڑھتے رہے مگر مسلمانوں کے تیر ان کے سینوں میں تراز و ہوتے رہے اور جب رات ہوئی تو دشمن مجبوراً واپس ہوئے۔ رچرڈ کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ اس نے اپنے سرداروں کو بلوایا۔ اور ان سے مشورہ طلب کرنے لگا۔

رچرڈ :۔ آج کی لڑائی میں ہمیں سخت نقصان اٹھانا پڑا ہے اگر جنگ کا یہی حال رہا تو یقیناً ہمیں بے نیل و مرام واپس جانا پڑے گا۔ . . . اور اس کا نتیجہ جانتے ہو کیا ہوگا؟ . . . آئندہ کسی بادشاہ کو یروشلم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ اور اس مقدس شہر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ کوئی تدبیر سوچو اور ایسی تدبیر جو جنگ کا نقشہ بدل ڈالے۔

راوی :۔ رچرڈ کی ساری تدبیریں ناکام رہیں بے شمار سپاہی شہزادی رابیل اور

سرداری کے حصول کے لالچ میں آکر آگے بڑھے اور جان کھو بیٹھے ___ رچرڈ کی وُہ منجنیقیں جن پر اُسے ناز تھا جلا کر راکھ کر دی گئیں۔ رچرڈ نے سر کے بال نوچ لئے۔ وُہ اپنے ایک لاکھ کے قریب سپاہی ضائع کر بیٹھا۔ اُس کی آنکھوں میں شکست ایک بھیانک صورت بنکر رقص کرنے لگی اور جب صبح ہوئی۔۔۔

صلاح الدین:۔ اے توحید پرستو! آج تمہیں دست بدست جنگ کا موقعہ مِل رہا ہے۔ عیسائیوں سے عکہ کے مسلمانوں کے خون کا بدلہ لو اور انہیں ایسا سبق دو۔ کہ وُہ پھر کبھی بیت المقدّس کی تسخیر کا خواب نہ دیکھیں۔ رچرڈ کے لشکر کے پُرزے اڑا دو۔ کھول دو دروازہ۔۔ یا جیش المسلمین۔۔۔

(دروازے کھلنے کی آواز۔۔ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز)

نعرۂ تکبیر ___ اللہ اکبر

(طبل کی آواز۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ۔ تلواروں کی جھنکاریں)

رچرڈ:۔ کڑلئے۔ مسلمانوں کو گھیرنے کی کوشش کرو۔۔۔ سپاہیو! آج مسلمان بچکر نہ جانے پائیں۔ آج وُہ فصیل کی آڑ میں نہیں۔ بلکہ تمہاری تلواروں کی زد میں ہیں۔ (چلّا کر) حملہ کرو۔۔۔۔ آگے بڑھو۔

(وقفہ)

صلاح الدین:۔ ملک العادل۔۔۔ صفیں پھیلا دو۔ نصرانی مسلمانوں کو گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔ تیر افگنوں کی تعداد دائیں بائیں دونوں طرف بڑھادو۔

(وقفہ)

(جنگ جاری ہے۔ رچرڈ کا گھوڑا فیوڈل گھائل ہو کر گرتا ہے اور دم توڑنے لگتا ہے)

رچرڈ:۔ فیوڈل! میرے رفیق۔۔۔ میرے وفادار فیوڈل۔ آہ تو مجھے جان کی طرح عزیز تھا۔ لیکن میں تیرا انتقام لوں گا (دانت پیس کر) رات پڑنے سے پیشتر اگر سینکڑوں مسلمانوں کو قتل نہ کیا۔۔ تو کھانا نہیں کھاؤں گا۔

(اُٹھنے لگتا ہے)

صلاح الدین:۔ رچرڈ!

رچرڈ:۔ کون صلاح الدّین؟

صلاح الدین:۔ ہاں صلاح الدین! آپ کا گھوڑا مر گیا ہے مجھے افسوس ہے۔

رچرڈ:۔ کچھ پروا نہیں۔ رچرڈ کا گھوڑا مرا ہے۔ اس کی تلوار تو نہیں ٹوٹی؟

صلاح الدین:۔ انگلستان کا شیر دل بادشاہ رچرڈ پیدل نہیں لڑے گا۔۔ بلکہ میں خود آپ کے لئے گھوڑا لایا ہوں۔ یہ صحرائے عرب کا بہترین اصیل گھوڑا ہے۔ مجھے خوشی ہو گی۔ اگر آپ اسے قبول کریں گے۔۔۔۔۔۔

رچرڈ:۔ صلاح الدین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں!

صلاح الدین:۔ کوئی بات نہیں۔۔۔۔ رات پڑ رہی ہے۔ جا کر آرام کیجئے۔ فیوڈل کا بدلہ کل لے لینا۔

رچرڈ:۔ واقعی آپ بہادر ہیں۔۔۔ بہادر اور شریف دشمن۔۔۔۔ شب بخیر!

صلاح الدین :۔ شب بخیر!

(گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وقفہ)

رچرڈ:۔ (گھوڑے سے اتر کر) کزائے! اگرچہ آج کی جنگ کا نتیجہ بھی تسلی بخش نہیں۔ تاہم ہم خوش ہیں!

کزائے:۔ حضور فیوڈل کہاں ہے؟

رچرڈ:۔ آہ! فیوڈل آج کی جنگ میں مارا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ گھوڑا ہمیں صلاح الدین نے دیا ہے۔

کزائے :۔ (حیران ہو کر) صلاح الدین نے دیا ہے؟

رچرڈ:۔ ہاں کزائے۔ اگر آئندہ کبھی صلاح الدین نصرانیوں کے خلاف لڑا تو ہم کبھی اور کے جھنڈے تلے آکر لڑنے کی بجائے صلاح الدین کی طرف ہو کر نصرانیوں کے خلاف لڑیں گے ۔ ۔ ۔ فقط اس لئے کہ وہ بہادر ہے۔

بہادر ۔ ۔ ۔ شریف!! ۔ ۔ ۔ اور قدر دان!!!

(قدموں کی چاپ ـــ وقفہ)

راوی:۔ دوسرے دن بھر طرفین زندگی اور موت کی بازی لگا کر میدان میں صف آرا ہوئے۔ خون آشام تلواریں ہوا میں بلند ہوئیں اور سرفروشوں کے سر کاٹنے لگیں ۔ ۔ ۔ نیزے سینے پھاڑنے لگے ۔ ۔ ۔ ۔ سیاہ ڈھالوں سے تلواریں ٹکرانے لگیں۔ گھوڑے زخمی ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ زخمی چلانے لگے ۔ ۔ ۔

میدانِ جنگ میدانِ قیامت بن گیا.... عیسائی جانباز بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے. رچرڈ چیخ چیخ کر سپاہیوں کے حوصلے بڑھانے لگا..... عیسائیوں کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ تھی. تاہم مسلمان نہایت تیزی اور دلیری سے لڑ رہے تھے.

صلاح الدین :- اے فرزندانِ توحید آگے بڑھو.... ہمارے ساتھ ایمان کی قوتیں ہیں.... مشرک نصرانیوں کو کچل ڈالو!

وقفہ

رچرڈ :- بہادرو! جی بھر کر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلو.. آگے بڑھو.... حملہ کرو. انہیں قلعہ کے دروازے تک دھکیل دو.

وقفہ

(دور سے آوازائی) نعرۂ تکبیر. اللہ اکبر

صلاح الدین :- عادل! عادل!! سوار بھجوا کر معلوم کرو کہ یہ آنے والے مسلمان کون ہیں.

عادل :- ظلِّ اکرم. یہ شہزادہ نورالدین کے سپاہی ہیں اور انہوں نے دشمن پر عقب سے حملہ بھی کر دیا ہے.

صلاح الدین :- خوب! دشمن کو گھیرنے کی کوشش کرو... خبردار آج میدان سے ایک دشمن بھی زندہ بچ کر نہ جا سکے.

راوی :- مسلمانوں نے نصرانیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور گاجر مولی کی

طرح گھیرنا شروع کر دیا۔ شہزادہ نور الدین کی تازہ دم فوجوں نے رچرڈ کے لشکر پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ رچرڈ کے سپاہیوں کو ہتھیار ڈالتے ہی بن پڑی۔

صلاح الدین :- رچرڈ آپ بھی ہتھیار ڈال دیں ...... (عادل سے مخاطب ہو کر) ملک العادل۔

ملک العادل :- عالی جاہ!

صلاح الدین :- تمام سپاہیوں سے ہتھیار رکھوالو۔

رچرڈ :- یہ لیجئے میری تلوار! لیکن مجھے طواف کی اجازت دیجئے!

صلاح الدین :- شیر دل رچرڈ! میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔ لیکن تمہاری یہ خواہش پوری کرنے سے قاصر ہوں...... صلاح الدین اپنی قسم کو نہیں بھولا۔ آپ بیت المقدس کے دروازوں سے نہیں گزر سکتے...... یہی بہت ہے کہ ہم تمہاری جان بخشی کرتے ہیں۔ آپ واپس جا سکتے ہیں...... لیکن یہ یاد رہے کہ جیتے جی بیت المقدس کی تسخیر کا خواب پھر کبھی نہ دیکھنا!

(رچرڈ سرد آہ بھر کر آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور چلنے لگتا ہے)

(وقفہ)

نور الدین :- ابا حضور۔ چلا گیا شیر دل رچرڈ چلا گیا؟

صلاح الدین :- شہزادے یہ لڑکی کون ہے؟

نور الدین :- ظلِ سبحانی۔ یہ رچرڈ کی بھانجی (ادیل) ہے!

صلاح الدین :۔ (حیران ہو کر) راییل؟ یہ تمہارے پاس کیسے پہنچی؟

نورالدین :۔ اباحضور! ۔ ۔ ۔ یہ مسلمان ہو گئی ہیں۔

صلاح الدین :۔ (ہنس کر) اچھا اچھا! اب یہ ہماری چہیتی بہو بنے گی (ہنستا ہے)

(سازوں کی آواز آہستہ آہستہ معدوم ہو جائے)

صلاح الدین :۔ ملک العادل!

عادل :۔ عالم پناہ

صلاح الدین :۔ رچرڈ کے ساتھ صلح ہو گئی ۔ ۔ ۔ ۔ نورالدین کو رفیقۂ حیات مل گئی ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن تمہیں ابھی تک کچھ نہیں ملا ۔ ۔ ۔ تم وزیرِ اعظم ہونے کے علاوہ ہمارے حقیقی بھائی بھی تو ہو ۔ ۔ ۔ ۔

عادل :۔ بھائی سلطان ہے ۔ ۔ ۔ میں وزیرِ اعظم ۔ ۔ ۔ خدا کے فضل و کرم سے کسی چیز کی کمی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن پھر بھی آپ کی خوشی کے لئے کچھ مانگنے کی جرأت کرتا ہوں۔ اگر التجا کو شرفِ قبولیت بخشا جائے تو ۔ ۔ ۔

صلاح الدین :۔ ہاں ہاں نڈر ہو کر کہو ۔ ۔ ۔ اس خوشی میں ہم تمہیں کیا دیں۔

عادل۔ ہم آج نہایت خوش ہیں۔ قسم ہے رب العزت کی۔ کہ آج اگر تم ہم سے تاج و تخت مانگنے کے علاوہ جانِ عزیز بھی مانگو ۔ ۔ ۔ ۔ تو ہم اسے تم پر نچھاور کر دیں گے۔

عادل :۔ خدا سلطان کو عمرِ خضر عطا فرمائے۔ حضور! مجھے صرف ایک ہزار نصرانی

قیدی چاہئیں۔

صلاح الدّین:۔ (حیران ہو کر) ایک ہزار نصرانی قیدی؟... عادل کیا تم انہیں قتل کروانا چاہتے ہو؟ نہیں نہیں... عادل... تم کچھ اور مانگو...... ہم اپنا وعدہ بھولے نہیں..... ہم تمہیں اپنی جان دے سکتے ہیں۔ ۔ (لجاجت سے) عادل ــ عادل! ہمیں شرمندہ نہ کرو ــ ہم سے دنیا کی ہر وہ شے مانگ لو جو ہمارے قبضے میں ہے..... مگر یہ نہ مانگو۔... تاریخ مسلمانوں کو سفاک اور ظالم کہہ کر پکارے گی...

عادل:۔ (جوش میں آکر) سلطان! ــ غلام نے وہ قیدی قتل کروانے کے لئے نہیں بلکہ رہا کرنے اور طواف بیت اللہ کی اجازت دینے کیلئے مانگے ہیں!

صلاح الدین:۔ (خوش ہو کر) عادل! خدا کی رحمتیں ہوں تم پر ــ ہم نہایت خوش ہوئے ــ تم نے ہمیں پہلے ہی اپنے ارادے سے کیوں نہ آگاہ کر دیا جاوٗ۔ ہم نے تمہیں ایک ہزار قیدی عطا کئے۔

(وقفہ)

نورالدین:۔ ابّا حضور۔ غلام بھی کچھ مانگنے کے لئے حاضر ہوا ہے!

صلاح الدین:۔ مانگو شہزادے ــ جانِ پدر ــ مانگو ــ کیا دیں ہم تمہیں۔

نورالدین :۔ صرف پانچ سو نصرانی قیدی!

صلاح الدین :۔ کیا تم بھی انہیں رہا کرو گے یا....

نورالدین :۔ (بات کاٹ کر) جی ہاں بادشاہ ابّا

صلاح الدین :۔ اجازت ہے.... عادل!

عادل :۔ عالم پناہ۔

صلاح الدین :۔ جاؤ..... باقی تمام قیدی ہمارے نام پر رہا کر دو۔ آج ہم کسی کو پابہ زنجیر نہیں دیکھنا چاہتے..... شہر میں اعلان کروا دو... کہ شہری اپنے گھروں میں قفس میں قید پرندوں کو بھی آزاد کر دیں۔ آج ہم کسی کو بھی مغموم اور اداس دیکھنا نہیں چاہتے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری فتح کسی کی دل آزاری کا باعث ہو۔ مسلمان امن و آشتی اور مسرّت و بہبودی کا علمبردار ہے۔ محمدؐ عربی کے نام لیوا دل شکنی نہیں جانتے۔ تمام نصرانی قیدیوں کو رہا کر دو۔ انہیں بیت اللہ کے طواف کی اجازت ہے۔

راوی :۔ رچرڈ کی قوتّوں کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ تمام یورپ کی گیارہ سلطنتیں دوش بدوش ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑیں مگر سلطان صلاح الدین ایوّبی نے انہیں ذلت آمیز شکست دے کر اُن کے خوابوں کا طلسم توڑ دیا ۲۲ شعبان المعظم ۵۸۸ھ ہجری کو صلح نامے پر طرفین کے دستخط ہو گئے۔ اس عہد نامے کی رُو سے انطاکیہ اور اسجاعیلہ کے علاقے بھی اسلامی سلطنت

میں شامل کر لئے گئے۔ سلطان صلاح الدین کے پاس ایمان کی قوت تھی۔ ارادے کی پختگی تھی۔۔۔۔۔ آج ہم آزاد ہیں۔۔۔۔۔ مملکتِ خداداد پاکستان کے رہنے والے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح ہمیں بھی اپنے ایمان پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ ارادوں میں مضبوطی اور دلوں میں قوم کا درد ہونا چاہیئے!

(ترنّم سے)

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی

اخوّت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

بتانِ رنگ و بُو کو توڑ کر ملت میں گُم ہو جا

نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی!

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے

وہ کیا تھا زورِ حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا

تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامیں پیدا

محمد بن قاسم

محمد بن قاسم

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائیؑ

دو نیم اُن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ اُن کی ہیبت سے رائی

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے

راوی :۔ اللہ کے وہ غازی جنہوں نے دینِ محمدی کی عظمت کے پرچم دنیا کے ہر خطے میں لہرائے۔ جنہوں نے اللہ کے نام پر جہاد کیا۔ جنہوں نے انسان کو انسان کی غلامی سے آزاد کیا اور جنہوں نے اپنے سر سوائے رب العزت اور اس کے محبوب رسول کے کسی اور کے سامنے کبھی نہ جھکائے۔ وہ مجاہد وہ سپہ سالار وہ فاتح۔ جن کے نام تاریخ کے صفحات کو قیامت تک رونقیں بخشتے

رہیں گے۔ اُن سرفروش جانبازوں میں سے جنہوں نے اپنے خون سے نخلِ اسلام کی آبیاری کی، ایک سترہ سالہ نوعمر سپہ سالار تھا۔ عماد الدین محمد بن قاسم غازی۔

آج سے ۱۲۷۵ سال پہلے کا ذکر ہے۔ سندھ پر راجہ داہر کا سُرخ پھریرا جس پر ڈوبتے ہوئے سورج کے گرد انسانی کھوپڑیوں کا ہار بنا ہوا تھا، فضا میں لہرا لہرا کر راجہ داہر کی فرعونی حکومت کا اعلان کر رہا تھا۔ اس جھنڈے کے سائے تلے آئے دن مظلوموں کے سینوں پر تیروں اور نیزوں کی فولادی انیاں آزمائی جاتی تھیں اور ظلم کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی مظلوم اور بے بس رعایا سسک سسک کر دم توڑ رہی تھی اور راجہ، راجہ کے مشیر، راجہ کے سردار، راجہ کے سپاہی ظلم، گناہ، لالچ اور سرکشی کے چلتے پھرتے مجسمے بنے ہوئے تھے۔

ہر ذی نفس کو راجہ کے سامنے سجدہ کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا اور اس کی تعریف کے گیت گانے پڑتے تھے۔ اگر کسی اچھوت کی نظر راجہ پر پڑ جاتی تو اس پر تیزاب چھڑک دیا جاتا تھا اور اس کی آنکھوں میں لوہے کی دہکتی ہوئی سرخ سلاخیں جھونک دی جاتی تھی۔ سندھ کے تیرہ بختوں کی آنکھیں مایوس ہو کر آسمان کی طرف اٹھ جاتیں۔ اور وہ سوچتے کہ کیا آکاش سے کبھی وہ سورج بھی طلوع ہو گا۔ جو بدنصیبوں پر بھی شعاعیں چھڑکے گا جس کی روشنی سے سندھ کی دُکھی اور بلکتی ہوئی انسانیت زندگی اور مسرت حاصل کر سکے گی۔

چنانچہ فطرت کے اٹل قانون کا آخری فیصلہ مرتب ہوا اور سندھ کے

مغرور اور جابر حکمران۔ جس نے حد سے تجاوز کر کے مسلمانوں کی غیرت سے بھی کھیلنا چاہا۔ جلد ہی معلوم ہو گیا کہ دستِ قدرت نے سندھ کے مظلوموں کو ظلم کی گرفت سے نجات دلانے کے لئے ایک سترہ سالہ مجاہد کو یہ سعادت بخش دی ہے۔

محمدؒ بن قاسم جس کی آنکھوں میں خود اعتمادی کی چمک تھی۔ جس کے ارادہ دل میں بے پناہ استقامت تھی۔ جس کی تلوار سچائی اور نیکی کی محافظ تھی۔ سہرا اندیپ کے یتیم اور لاوارث مسلمان، مرد عورتوں کی رہائی اور سندھ کے ظالموں کا سر کچل کر مظلوموں کا سر بلند کرنے کے لئے عرب کے ریگ زاروں سے ابرِ رحمت بن کر اٹھا اور سندھ کے طول و عرض پر چھا گیا — اس کی ابتدا یوں ہے کہ ایک دن حجاج بن یوسف، حاکمِ بصرہ اپنی نشست گاہ میں جنگی نقشوں کا مطالعہ کر رہا تھا کہ :۔

(حجاج بن یوسف کا قلعہ نما مکان — حجاج بن یوسف نقشوں کو بغور دیکھ رہا ہے۔ کبھی کبھی بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہلتا ہے — پھر رُک کر نقشہ دیکھتا ہے)

حجاج :۔ قنبر

قنبر :۔ (آتے ہوئے) جی میرے آقا۔

حجاج :۔ (اسی طرح نقشے پر نظریں جھکائے ہوئے) ہوں۔ یہ تاشقند، یہ سمرقند ہوں ہوں (نقشے پر نشان) کیا ہے؟

قنبر :۔ آقا نے یاد فرمایا تھا؟

حجاج :۔ نہیں ۔ آں ۔ ہاں وہ بڑا نقشہ ادھر ٹانگ دے !

(قنبر سر جھکا کر نقشہ ٹانگنے بڑھتا ہے ۔ پھر دوسری طرف چپ چاپ چلا جاتا ہے ۔ حجاج نقشے پر اسی طرح نظریں جما دیتا ہے ۔ ایک سپاہی داخل ہوتا ہے)

سپاہی :۔ حاکم بصرہ، نائب امیرالمومنین پر سلامتی ہو۔

حجاج :۔ کیا ہے حاجب ؟ دیکھتے نہیں، میں کام میں مصروف ہوں ۔ اس وقت اندر آنے کی کیا ضرورت ہے ؟

ساجد سپاہی :۔ غلام تقصیر کی معافی چاہتا ہے ۔ ترکستان کا ایلچی حاضر ہے ۔ آقا کا حکم تھا کہ

حجاج :۔ اوہ ۔ ہاں ہاں ۔ ہاں ۔ بلاؤ میں صبح سے اس کا انتظار کر رہا ہوں ۔

(سپاہی جاتا ہے ۔ حجاج اسی طرح نقشہ دیکھنے میں محو ہو جاتا ہے)

محمد بن قاسم :۔ (داخل ہوتے ہوئے) حاکم بصرہ، نائب امیرالمومنین پر سلامتی!

حجاج :۔ (چونک کر) لڑکے ! تو کون ہے ؟

محمد بن قاسم :۔ سردار قتیبہ بن مسلم باہلی کے حکم کے مطابق ترکستان سے حاضر ہوا ہے

حجاج :۔ خوب، تو آیا ہے ترکستان سے ؟ خوب، آہا ہا ۔ قتیبہ زندہ دل آدمی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تجھ جیسے دودھ پیتے بچے کو ایلچی بنا کر امیرالمومنین

کے دست راست اور بصرہ کے حاکم حجاج بن یوسف کے پاس بھیجا ہے۔

محمد بن قاسم:۔ بندہ تقصیر کی معافی چاہتے ہوئے حاکم بصرہ کو آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں۔ اُس کی عمر سترہ سال ہے۔

حجاج:۔ خاموش، سترہ سال کے بیوقوف لڑکے دودھ پیتے بچے نہیں تو اور کیا ہوتے ہیں۔ تم یہاں کیوں آئے ہو، قتیبہ کو کیا ہو گیا۔ وہ خود کیوں نہیں آیا؟

قاسم:۔ سردار قتیبہ نے حاکم بصرہ کے نام یہ رقعہ دیا ہے!

(حجاج قاسم کے ہاتھوں سے خط جھپٹ کر پڑھتا ہے)

(وقفہ)

حجاج:۔ ہوں۔ تو وہ بیوقوف کدھر گیا؟

قاسم:۔ جناب کس کے متعلق دریافت فرما رہے ہیں؟

حجاج:۔ وہ بیوقوف جس کے متعلق قتیبہ نے لکھا ہے کہ اپنا بہترین سالار بھیج رہا ہوں۔

قاسم:۔ سردار قتیبہ کے مکتوب میں جس بیوقوف کا ذکر ہے وہ بندہ ہی ہے۔ اگر حضور کسی اور بیوقوف سے ملنا چاہتے ہوں تو مجھے اجازت دیجئے۔

(چلنے لگتا ہے)

حجاج:۔ ٹھہرو۔ ہوں۔ تو تم قتیبہ کے بہترین سالار ہو؟ تم جیسے سالاروں کے ہوتے خدا ہی غازیانِ اسلام کو محفوظ رکھے

حجّاج :- ہوں، فوج میں تمہارا کیا عہدہ ہے؟

قاسم :- جی ہیں۔ میں ہراول کا سالار ہوں۔

حجّاج :- تم اور ہراول کے سالار، ہا ہا ـــ تب ہی بلخ سے پسپا ہو کر سمرقند کی طرف رُخ کرنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ یہ تمہارے ہی جیسے کسی ہونہار مجاہد کا مشورہ معلوم ہوتا ہے!

قاسم :- جی ہاں، لیکن حاکمِ بصرہ شاید آپ بھول رہے کہ عربوں کی فوجی اصطلاحات میں "پسپائی" کے لفظ کو اب تک کوئی جگہ نہیں ملی۔ اگر آپ ضبط سے کام لیں تو میں تمام صورتِ حال آپ کو بتا سکتا ہوں۔

حجاج :- برخوردار، اگر تم مجھے سمجھا سکے تو میں یقین کے ساتھ کہوں گا کہ عرب ماؤں کے دودھ کی تاثیر ابھی تک زائل نہیں ہوئی۔ بیٹھ جاؤ۔ میں صبح سے یہ نقشہ دیکھ رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ جو فوج ہرات جیسے معمولی شہر کو فتح نہ کر سکی۔ وہ بخارا کے مستحکم قلعوں پر فتح کے جھنڈے لہرانے کے خواب کیوں دیکھ رہی ہے۔ ہاں تم نقشہ پڑھنا بھی جانتے ہو؟

قاسم (بغیر جواب دیئے تیزی سے نقشہ کھول کر اشارے کرتے ہوئے) یہ بلخ ہے اور یہ بخارا ہے۔ غالباً آپ بخارا کے قلعے کی مضبوطی سے خائف ہو کر اس مہم کو ترک کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ نے یہ ملاحظہ نہیں کیا کہ اپنے محلِ وقوع کے لحاظ سے بلخ کے مقابلے میں بخارا نہایت کم محفوظ ہے۔

حجاج :- یہ کیسے ؟

قاسم :- یہ دیکھئے ، بلخ کے چاروں طرف دشوار گذار پہاڑیاں ہیں۔ ارد گرد کی تمام پہاڑیوں پر قبضہ کئے بغیر ، ہم بلخ کی طرف رُخ بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ شہر پر حملہ کرنے کے لئے ہمیں جس قدر افواج کی ضرورت ہو گی۔ اس سے کہیں زیادہ فوجیں پہاڑی علاقے میں رسد و کمک کے راستے محفوظ رکھنے کے لئے درکار ہوں گی۔ اس کے برخلاف شاید آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ بخارا کے چاروں طرف کھلے میدان ہیں اور ہماری فوجیں نہایت آسانی سے بڑھ سکتی ہیں اور ہم بغیر کسی مزاحمت کے چشم زدن میں قلعے کا محاصرہ کر سکتے ہیں۔

حجاج :- تو تمہارا کیا خیال ہے۔ ہمیں مشرق کی طرف پیشقدمی کا ارادہ ترک کر دینا چاہیئے۔

قاسم :- جی نہیں۔ یہ میں نے کب کہا۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ترکستان پر تسلط قائم رکھنے کے لئے مشرق میں ہمارا مستقر بلخ نہیں بلکہ بخارا ہونا چاہیئے۔ بخارا ہی ترکستان کا اہم ترین مرکز ہے اور اہل ترکستان پر اس فتح کا وہی اثر ہو گا جو مدائن کی فتح کے بعد ایرانیوں اور دمشق کی فتح کے بعد رومیوں پر ہوا۔ یہاں سے ہم سمرقند کی طرف اور سمرقند سے خوقند اور فرغانہ کی طرف پیشقدمی کر سکتے ہیں۔ جتنی دیر میں خوقند کی افواج دشوار گذار پہاڑیوں کو عبور کرتی ہوئی کاشغر تک جا پہنچیں گی۔ اس سے کہیں پہلے ہماری فوجیں جنوب میں

بلخ اور اس کے آس پاس کے تمام شہروں پر حکم خدا سے فتح پا چکی ہوں گی۔

حجاج :۔ (بے اختیار ہو کر) مرحبا، مرحبا۔ تم نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ شاباش شاباش۔ تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟

محمد بن قاسم :۔ میں ثقفی ہوں۔

حجاج :۔ ثقفی۔ میں بھی ثقفی ہوں۔ تمہارا کیا نام ہے۔

قاسم :۔ محمد بن قاسم

حجاج :۔ آہ! تم قاسم کے بیٹے ہو۔ جبھی جبھی، مرحبا، مرحبا۔ مجھے قاسم کے بیٹے سے یہی توقع تھی۔ مجھے پہچانتے ہو۔

قاسم :۔ جی ہاں۔ آپ بصرہ کے حاکم ہیں۔

حجاج :۔ بس میرے متعلق اتنا ہی جانتے ہو؟

قاسم :۔ جی نہیں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ اس سے پہلے آپ امیر المومنین خلیفہ عبدالملک کے دست راست تھے اور اب امیر المومنین خلیفہ ولید کے دست راست ہیں۔

حجاج :۔ ہوں!

قاسم :۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ جب آپ سرکشوں کو مغلوب کرنے کے لئے اٹھتے ہیں تو آپ کے غیض و غضب سے دوست و دشمن یکساں طور پر پناہ مانگتے ہیں۔ آپ کی خون آشام تلوار جب عراق، عرب اور عجم میں صاعقہ بن کر کوندی

تو حق و ناحق میں تمیز نہ کر سکی اور کفار کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے ان درخشندہ ستاروں کو بھی خاک و خون میں لٹا گئی۔ جن کے سینے نورِ ایمان سے منوّر تھے۔

حجاج:۔ اوہ یہ تمہیں کس نے بتایا؟

محمد بن قاسم:۔ میری ماں نے۔

حجاج:۔ اور تمہاری ماں نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ قاسم میرا بھائی تھا اور محمد تم میرے بھتیجے ہو۔ میرے لختِ جگر ہو۔

محمد بن قاسم:۔ جی ہاں انہوں نے بتایا تھا۔

حجاج:۔ تمہاری رگوں میں میرے محبوب بھائی قاسم کا خون دوڑ رہا ہے۔ میرا اپنا خون۔ اس لئے میں تمہاری دریدہ دہنی کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ برداشت کرنا میری عادت نہیں۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔

محمد بن قاسم:۔ معاف کیجئے۔ میں آپ کو اپنی عادت بدلنے پر مجبور نہیں کر سکتا میں نے جو کچھ کہا وہ خلقِ خدا کا فتویٰ ہے اور بے جا خوشامد سے آپ کو فریب دینا نہیں چاہتا۔

حجاج:۔ آہ، عام لوگ مملکت کے رموز کیا جانیں۔ وہ ان مصلحتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ جن کی خاطر مجھے آہنی پنجے کے ساتھ حکومت کا وقار قائم رکھنا

(لخلخہ وغیرہ سنگھاتے ہیں۔ زبیر ہوش میں آکر سلام کرتا ہے)

زبیر:۔ تقصیر ۔ آقا تقصیر۔

حجاج:۔ بتاؤ زبیر، تمہاری یہ حالت کیسے بنی۔ میرے محبوب سالار پر کیسی افتاد پڑی۔

زبیر:۔ افتاد، آقا۔ آپ کے محبوب سالار پر دنیا جہان کی کالک لگ گئی ہے۔ اس کی پیشانی ہمیشہ کے لئے داغدار ہو گئی ہے۔ جس سپاہی کے آباؤ اجداد نے یرموک اور قادسیہ کے جنگوں میں سلطنتوں کی عظمتیں خاک میں ملا کر اسلام کو مستحکم اور مضبوط بنایا۔ اس سپاہی کی بے بسی اور لاچاری کی وجہ سے دین محمدی کے ہزاروں پیرو ہندوستان میں سسک سسک کر مر رہے ہیں۔ اور وہ مجبور و بے کس ان بدنصیبوں کی قسمت کا شریک ہونے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ اس پر دونوں جہان کی لعنت برس چکی۔ زمین و آسمان کی پھٹکار پڑ چکی میرے سردار، میری عزت آپ ہی بچا سکتے ہیں۔ مدد کیجیے۔ مدد کیجیے۔

(پانی دیتا ہے۔ زبیر پانی پی کر شرم سے گردن جھکا کر کھڑا رہتا ہے)

حجاج:۔ ہاں اب بتاؤ۔ اب کیا ہوا۔

زبیر:۔ جو ہونا چاہیئے تھا وہ نہ ہو سکا۔ اور جو کبھی نہ ہونا چاہیئے تھا۔ وہ سب کچھ ہو کر رہا۔

حجاج :- کیا مطلب ؟

زبیر :- آپ نے جس مقصد سے مجھے سراندیپ بھیجا تھا۔ افسوس کہ وہ پورا نہ ہو سکا

حجاج :- اور تمہارا جہاز کیا ہوا۔ سراندیپ کے مسلمانوں پر کیا گزری؟

زبیر :- نہ صرف میرا جہاز بلکہ وہ جہاز بھی جس پر سراندیپ کے راجہ کے بھیجے ہوئے بیش قیمت تحفے، خزانے اور مال و اسباب تھا۔ سب کے سب لوٹ لئے گئے۔

حجاج :- لوٹ لئے گئے۔ کس کی مجال ہوئی؟

زبیر :- اور سراندیپ کے جن بیکس مسلمانوں، مظلوم عورتوں اور یتیم و معصوم بچوں کو آپ کے حکم سے میں اپنے ہمراہ لا رہا تھا۔ ان پر طرح طرح کے وحشیانہ مظالم توڑے گئے اور ان سب کو بے دست و پا کر کے قید کر لیا گیا!

حجاج :- (غصے سے بے قابو ہو کر) اوہ۔ زبیر مجھے بتاؤ۔ کس نے یہ جسارت کی

زبیر :- سندھ کے راجہ داہر نے۔

حجاج :- سندھ کے راجہ داہر نے یہ سب کچھ کیا۔ اس سنگدل کی یہ جرأت۔ بکریاں بھی شیروں کو سینگ دکھانے لگیں۔ شاید اس بدبخت لعین کو معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی فوجیں مختلف محاذوں پر مصروف جنگ ہیں۔ اس لئے وہ مظلوم اور نہتے مسلمانوں کے ساتھ ایسا جابرانہ سلوک کر سکتا ہے۔ اوہ

زبیر :- میرے سردار آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ سندھ میں دین محمدی کے غریب بیکس

نام لیواؤں پر گمراہ کفار کیسے کیسے قہر توڑ رہے ہیں۔ میرے کانوں میں اب تک ان کی چیخ و پکار گونج رہی ہے۔ سینکڑوں نحیف و نزار مسلمانوں کو صرف اس لئے تہ تیغ کیا گیا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور بیسیوں پاکدامن دوشیزاؤں کی عصمت دری کی گئی۔ انہیں طرح طرح کی لرزہ خیز ایذائیں پہنچائی گئیں ان کی چادریں تار تار کر کے انہیں برہنہ کر کے بازاروں اور چوکوں میں نچایا گیا۔ سینکڑوں یتیم و معصوم ننھے ننھے بچوں کو بھوک اور پیاس سے تڑپا تڑپا کر مارا گیا۔ اُن کے غم میں سسکتی نیم جان ماؤں کو ان کی لاشوں کے ساتھ دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا گیا؟

قاسم:۔ (تلوار پر ہاتھ ڈال کر) اوہ ظالم!

حجاج:۔ (کانوں پر ہاتھ رکھ لیتا ہے) اوہ! — بس کرو، بس کرو — زبیر! بس — اوہ

زبیر:۔ آپ یہ دلخراش بپتا سننے کی تاب نہیں رکھتے اور میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان بیکسوں کے واحد محافظ کی حیثیت سے خود تمام صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ چھ مہینے تک میں تاریک قید خانوں میں طرح طرح کے عذاب جھیلتا رہا ہوں۔ آخر اپنی جان پر کھیل کر ہزار ہا مشکلات کا سامنا کر کے، دن کو جنگلوں میں چھپتا، راتوں کو تین تین منزلیں طے کرتا ہوا بصرہ کے حدود میں داخل ہوا اور وہاں سے ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر

آپ کو ان امور سے آگاہ کرنے حاضر ہوا ہوں۔

حجاج :۔ زبیر، تم نے اب تک بصرہ میں اور کسی کو ان حالات کی خبر تو نہیں دی

زبیر :۔ نہیں میں سیدھا آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں۔

حجاج :۔ سندھ کی طرف سے اس سے زیادہ صریح طریق پر ہمارے خلاف اعلان جنگ نہیں ہو سکتا۔ کاش ہماری مجبوریاں ہمیں ایک نئے محاذ کی اجازت دیتیں تو میں راجہ داہر کو ان ریشہ دوانیوں اور بے جا مظالم کا مزہ چکھا دیتا۔ مگر افسوس۔ کیا کروں سخت مجبور ہوں، فی الحال میں یہ چاہتا ہوں — کہ یہ خبر ابھی عوام تک نہ پہنچے

قاسم :۔ اے امیر۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ آپ یہ سب کچھ خاموشی سے برداشت کریں گے۔

حجاج :۔ کیا کروں۔ بہر دست خاموشی کے سوا میرے لئے کوئی چارہ نہیں ہے۔

قاسم :۔ لیکن مسلمان وقت کی آواز سے نہیں دب سکتا۔

زبیر :۔ لیجئے یہ خط ملاحظہ فرمائیے۔ شاید یہ آپ کو مجبور کر سکے کہ آپ اُن بدنصیبوں کی امداد کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ جن پر کفار نے خدا کی اتنی وسیع دنیا کی وسعتیں تنگ کر رکھی ہیں۔ یہ خط برہمن آباد کے قید خانے سے ایک معصوم لڑکی نے اپنی رگیں فولادی خنجر سے کاٹ کر اپنے خون سے آپ کے نام لکھا ہے لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔

(حجاج خط لے کر)

(آواز زنانہ آواز میں تبدیل ہو کر پھر آخر میں مردانہ آواز میں تبدیل ہو جائے)

حجاج :۔ قاسم پڑھو۔

قاسم :۔ مجھے پورا یقین ہے کہ حاکم بصرہ قاصد کی زبانی مسلمان بچوں اور عورتوں کی المناک داستان سن کر عرب شہسواروں کو رکاب میں پاؤں رکھنے کا حکم دے چکا ہوگا اور اسلام کے بیٹے زمین کی طنابیں کھچ جانے کی دعائیں مانگ رہے ہوں گے۔ اگر حجاج بن یوسف کا خون منجمد ہو چکا ہے تو میری تحریر بے سود ثابت ہوگی اور میں سمجھوں گی کہ اتحاد کا وہ جذبہ اور مساوات کا وہ علم جسے صحرا نشین عرب ریگ زاروں سے لہراتے ہوئے اُٹھے تھے۔ ریت کے افق میں غروب ہو چکا ہے۔ زنداں کی اُن تاریک کوٹھڑیوں کا تصور کیجئے۔ جن میں ستم رسیدہ مسلمان قیدی۔ مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کی ٹاپیں سننے کیلئے گوش بر آواز بیٹھے گھڑیاں گن رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہوگا کہ وہ برق رفتار گھوڑے جن کے سوار ترکستان کے میدانوں، پہاڑوں --- صدیاؤں اور افریقہ کے صحراؤں کو عبور کر کے فتوحات کے سہرے باندھ رہے ہیں۔ اپنی قوم کے یتیم اور لاوارث بچوں کی امداد کو نہ پہنچ سکے۔ یقین نہیں آتا کہ وہ تلوار جس نے قیصر و کسریٰ پر بجلیاں گرائیں۔ سندھ کے ظالم حکمران کے مقابلے میں زنگ آلود ثابت ہوگی۔ لیکن اے حجاج اگر تم زندہ ہو تو اپنی غیور قوم کے یتیموں

کی اور بیواؤں کی مدد کو پہنچو۔

اسلام کی ایک مصیبت زدہ بیٹی

محمد بن قاسم :۔ (تلوار نکال کر) چچا جان۔ آپ مجھے اجازت بخشئے۔ محمد بن قاسم کی تلوار دشمنوں کے سروں پر صاعقہ بن کر کوندے گی۔

حجاج :۔ تم نہیں سمجھ سکتے۔ ہماری فوجیں [illegible]ن اور دوسری طرف ہسپانیہ میں مصروف پیکار ہیں۔ قتیبہ مزید کمک مانگ رہا ہے۔ اتنی فوج کہاں ہے اور پھر ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ خلیفہ ہمیں سندھ پہ دھاوا بولنے کی اجازت دیں گے بھی یا نہیں۔

محمد بن قاسم :۔ (جوش میں آکر) اجازت کیوں نہیں دیں گے۔ آپ خلیفہ کے دست راست ہیں وہ سب کچھ آپ کے مشورے سے کرتے ہیں۔ وہ آپ کی کسی بات کو نہیں ٹھکرا سکتے۔ آپ خلیفہ کو مجبور بھی کر سکتے ہیں۔ میں دمشق جا کر نوجوانوں کو جہاد کے لئے مجبور کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ میری آواز صدا بہ صحرا ثابت نہ ہوگی۔

حجاج :۔ آفریں ابن قاسم۔ سندھ کے مغرور حکمران سے مظلوم مسلمانوں کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے —— ہم سندھ کے خلاف اعلانِ جہاد کرتے ہیں۔

(خنجر سندھ کے نقشے میں بھونک دیتا ہے۔ ساز م

(راجہ داہر کی سواری شہر میں سے گزرتی ہے)

(سپاہی چلا چلا کر اعلان کرتا ہے)

سپاہی :- پرتھوی راج، راج ادھیکار، مہاراج، اَن داتا، مہابلی، راجہ داہر کی سواری۔

(فوجی بگل اور نقاروں کی آواز۔ گھوڑوں کی ٹاپیں)

سپاہی :- پرتھوی راج، راج ادھیکار، مہاراج، ان داتا، مہابلی، راجہ داہر کی سواری!

لوگ :- مہاراج داہر کی جے۔ مہاراج داہر کی جے!۔ مہاراج داہر کی جے۔

(پس منظر میں شور و غل کی ملی جلی آوازیں، سپاہی اعلان کرتا ہے اور لوگ جے کے نعرے لگاتے رہیں)

داہر :- (قہقہہ) بدھی من

بدھی من :- آگیہ مہابلی

داہر :- (قہقہہ) پرجا کتنی خوش ہے۔

بدھی من :- کیوں نہ ہو اَن داتا۔ آپ اپنے وقت کے بکرماجیت ہیں۔

داہر :- (قہقہہ لگا کر) تم نے ہمارے من کی بات کہی ہے۔ پردھان منتری بھی تم سچ مچ بدھی من ہو (قہقہہ) بدھی من۔۔۔ن۔۔۔۔ن۔۔۔

بدھی من :- مہاراج، آپ نے مسلمان قیدیوں کے متعلق کوئی آگیہ نہیں دی؟

داہر :۔ (سنجیدگی سے) بدھی من، آج ہماری چالیسویں سالگرہ ہے۔ آج ہم پریم کی پوتر گنگا کے دھارے پہ بہہ جانا چاہتے ہیں۔ ہمارے کان آج کوئی ایسے شبد سننا پسند نہیں کرتے جو ہمارے ہردے کی کومل امنگوں اور شانتی پر بوجھ ڈالیں ہماری آگیہ کے انوسار انہیں بندی گھر ہی میں ہی پڑا رہنے دو۔

بدھی من :۔ جو آگیہ مہاراج

(وقفہ)

محمد بن قاسم :۔ توحید کے فرزندو، تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ سندھ کے مغرور حکمران نے یتیم اور لاوارث مسلمان بچوں، مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے ہماری غیرت کا مذاق اڑایا ہے۔ جنادین اور یرموک کے فاتح مجاہدین کے بیٹو اگر تم میں زندگی کی ایک رمق بھی باقی ہے........

.... تو ایک بار پھر ان حق اور انصاف کی حفاظت کرنے والو۔ خارا شگاف تلواروں کو بے نیام کرو۔ جن کی نوکوں سے تمہارے اجداد صفحۂ قرطاس پر شجاعت کی کبھی نہ مٹنے والی داستانیں لکھ گئے ہیں غفلت کی نیند سے جاگو سندھ کے افق سے آہوں کا دھواں اٹھ رہا ہے اٹھو عرب کے شیرو۔ اور دنیا پر ثابت کر دو کہ قیصر و کسریٰ کے تاجوں کو پاؤں سے مسل ڈالنے والوں کی تلواریں زنگ آلود نہیں ـــــ

نعرۂ تکبیر ـــــ اللہ اکبر

راوی :۔ اور اُدھر زبیدہ حجّاج بن یوسف کی بیٹی۔ محمد بن قاسم کی بیوی عورتوں کو خدمتِ خلق اور اسلام کے لیئے راغب کر رہی ہے۔

زبیدہ :۔ دختران اسلام دیکھو یہ خط ابوالحسن کی اس مظلوم اور بے کس بیٹی نے اپنے خون سے لکھ کر بھیجا ہے۔ جو ہزاروں کلمہ گوؤں کے ہمراہ مشرکوں کے آہنی شکنجوں میں گرفتار ہے۔ جس نے لکھا ہے کہ دُنیا کی بہو بیٹیوں کی عصمت و عفت کے محافظو! اگر تم میری مدد کو نہ پہنچے تو میں سمجھوں گی کہ دنیا میں تمہاری عظمت کے دن گزر چکے ہیں۔ تم اُن مجاہدوں کی بیٹیاں ہو جنکی تلواروں نے دُنیا کی آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر دی تھی۔ یاد رکھو کہ یہ جہاد ہے اور تمہاری محبت تمہارے بیٹوں، تمہارے بھائیوں اور تمہارے شوہروں کی زنجیر نہ بنے۔ انہیں مسکرا کر میدانِ جہاد میں بھیجو۔ حجاج کی بیٹی تم سے مجاہدوں کے لیئے امداد مانگتی ہے۔ اسلامی عظمت، اسلامی سطوت اور اسلامی عزت و ناموس کی بقا کے لیئے جہاد پر جانے والے مجاہدوں کی امداد کرو۔ دام و درم، زیور جو کچھ بھی ہو۔ ڈھیر کر دو ان کے سامنے۔ اگر ہم نے سرانديپ کے یتیم لاوارث بچوں کی امداد نہ کی تو ہم یقیناً خدا کے عتاب کا شکار ہوں گے سب سے پہلے میں اپنے زیورات پیش کرتی ہوں۔ مجاہدوں کی امداد کا سب سے اہم اور آسان طریقہ صرف یہی ہے۔

(زیورات کے چھن چھن گرنے کی آواز)

عورت نمبر ۱:- معزز بہن، یہ لیجئے۔ میرے کنگن اور بالیاں، میرا حقیر نذرانہ۔
عورت نمبر ۲:- بہن یہ درہم اور یہ جڑاؤ ہیرے کا گلو بند میری طرف سے قبول کیجئے
عورت نمبر ۳:- اور یہ میری اور میری بیٹی کی طرف سے۔
عورت نمبر ۴:- (بوڑھی) اور بیٹا، یہ ٹوٹی پھوٹی چاندی کی انگوٹھی مجھ غریب کا سرمایہ ہے۔ اسے بھی قبول کر لو۔

(ملی جلی آوازیں۔ اور یہ لیجئے، یہ لیجئے ــ یہ بھی لیجئے ــ وغیرہ)

راوی:- اور اسی طرح غیور قوم کی ایک بیکس لڑکی کی فریاد۔ بصرہ، دمشق اور کوفے کے ہر گھر میں پہنچ چکی تھی۔ اس کی عزت کا سوال، قوم کی ہر بہو بیٹی کی عزت کا سوال بن چکا تھا۔ ان سب نے مجاہدین کی امانت کیلئے بیت المال کو سونے اور چاندی سے بھر دیا۔

اور اس طرح بارہ ہزار سرفروش مجاہدین کا لشکر تیار ہوا۔ منزل مقصود کی طرف روانہ ہونے سے پہلے رات کے تیسرے پہر ان سب نے دمشق کی جامع مسجد میں اپنے سالار محمد بن قاسم کی امامت میں نماز تہجد ادا کی۔

قاسم کی دعا

عمر بن عبدالعزیز :۔ مجاہدینِ اسلام کے سپہ سالار محمد بن قاسم تم ہی ہو۔

محمد بن قاسم :۔ جی ہاں

عمر :۔ میرا نام عمر بن عبدالعزیز ہے

قاسم :۔ میرے بزرگ۔

عمر :۔ میں تم سے ملنا چاہتا تھا۔ اچھا ہوا جو تم مل گئے۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے وطن سے بہت دور جا رہے ہو۔ وہاں جا کر اپنے اخلاق اور سچائی کا ثبوت دینا اور لوگوں پر واضح کر دینا کہ تم انہیں غلام بنانے نہیں بلکہ غلامی کی آہنی زنجیریں کاٹ کر انہیں سلامتی کا راستہ دکھلانے آئے ہو اور ثابت کرنا کہ حلقہ بگوشانِ محمدؐ دنیا کی ہر غلامی سے آزاد ہیں۔ تمہارے ساتھی اپنے مظلوم بھائیوں اور بہنوں کی داستانِ غم سُن کر انتقام کے جذبے سے بیتاب ہو رہے ہیں۔ انہیں گرے ہوئے دشمن پر وار کرنے سے روکنا یتیموں اور بیواؤں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا۔ زخمیوں کے زخموں پہ مرہم رکھنا۔ دینِ اسلام قبول کرنے والوں کو گلے سے لگا لینا۔ اگر تم نے اسلامی

مساوات کا صحیح نقشہ اُن کے سامنے پیش کیا تو یقیناً تم اُن کے دلوں کو بھی مسخر کر لو گے۔ بس مجھے یہی کہنا تھا۔ اب خدا تجھے نیکی کا راستہ دکھائے اور تجھے ہر معرکے میں فتح سے نوازتے جاؤ ہمارے مجاہد خدا حافظ۔

قاسم:۔ انشاء اللہ میں آپ کی نصیحت پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھوں گا۔ خدا حافظ

راوی:۔ عمر بن عبدالعزیز کی نصیحتوں سے فیضیاب ہو کر مجاہدین اسلام کا لشکر کیل کانٹے سے لیس ہو کر تڑکے۔ دمشق کے بازاروں سے گزرتا ہوا بوڑھی ماؤں نیک بیویوں اور عزیز بہنوں کی دعائیں لیتا ہوا میدانوں میں پہنچ گیا اور اسی طرح ریگستانوں کو پار کرتے صحراؤں اور جنگلوں کو عبور کرتے غازیانِ اسلام کے سرکش گھوڑے سندھ کی طرف سرپٹ ہوئے۔

(وقفہ)

(داہر کے شیطانی قہقہے)

رکمنی:۔ مہاراج، پرتھوی راج، مہابلی، شما کیجئے۔ میں آپ کی آگیہ کا پالن نہ کر سکوں گی۔ مجھے لجت نہ کیجئے۔ مہاراج۔ شما کیجئے۔

داہر:۔ ہنہ۔ شما؟ کیوں؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ آج سندھ کے مہاراج کا جنم دن ہے۔ کیا تم ہماری خوشیوں کو دوگنا نہیں کرنا چاہتی۔

رکمنی:۔ نہیں مہاراج

داہر:۔ نہیں!۔ مہامنتری۔ بدھی من۔

بدھی من :- مہابلی۔ آگیہ!

داہر:- جاؤ اس کنیا کو اس کے ماتا پتا سمیت بندگرہ میں ڈال دو۔ یہ ہماری آگیہ کا پالن کرنا نہیں جانتی۔

بدھی من:- مہابلی۔ یہ مہا پروہت کی بیٹی ہے۔

داہر:- ہنک۔ تو کیا ہوا۔ اگر مہا پروہت بھگوان کو خوش کر سکتا ہے۔ تو اس کی کنیا ہمیں کیوں نہ خوش کرے۔ جاؤ لے جاؤ اسے۔ اور مکران سے آئی ہوئی اس چت چور اپسرا کو بلاؤ جس کی چتون پر سنسار موہت ہے۔

بدھی من:- وہ حاضر ہے مہابلی

داہر:- (قہقہہ) آہا۔ آہاہا۔ سندر ناری۔ ناچو۔ گاؤ۔ سنسار کے نت دکھ۔ اور چنتائیں مدیرا کے پیالوں اور اپنی رس بھری تانوں میں ڈبو دو۔ اور اپنے پائل کی جھنکار سے ہمارے ہردے کی کومل کامنا ؤں کو جاگر کرو۔ ایسا ناچو کہ کام دیو بھی موہت ہو جائیں۔

(قہقہے۔ اور پھر ان قہقہوں میں گھوڑوں کی ٹاپیں ابھریں)

(ٹاپوں کا وقفہ)

راجہ داہر کا دربار

بدھی من:- (گھبراہٹ میں) مہاراج کی جے ہو۔ مہاراج خبر آئی کہ دشمن ہمارے دروازے پر کھڑا ہے اور ہمیں مقابلے کے لئے للکار رہا ہے۔

داہر:۔ (گرج کر) دشمن۔ کون ہے دشمن۔ جو داہر سے ٹکر لینا چاہتا ہے۔ کون ہے وہ جو اپنی موت کو دعوت دینا چاہتا ہے۔ کون ہے وہ جو ہمارے کرودھ کے شعلوں میں جل کر بھسم ہونا چاہتا ہے۔

بدھی من:۔ مسلمان مہابلی۔

داہر:۔ مسلمان؟ ہنہ چٹانوں سے سر ٹکرانا چاہتے ہیں وہ؟ اچھی بات ہے۔ ابھی سے ان کے روکنے کا کوئی اپائے کرو (فخر سے) ہم ان سے لڑنے کے لیئے تیار ہیں۔ ہم کائر نہیں۔ جوتشی جی۔ آپ دیکھیئے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا

جوتشی:۔ جو آگیہ ان داتا۔

(جوتشی پھتر سے اپنا حساب دیکھنے لگتا ہے)

داہر:۔ سیناپتی جی

سیناپتی:۔ آگیہ راجن

داہر:۔ کتنی سینا ہے

سیناپتی:۔ دو لاکھ سے زیادہ ہے ان داتا۔

داہر:۔ منتری جی۔ مسلمانوں کی سینا کتنی ہے۔

بدھی من:۔ بارہ ہزار کے لگ بھگ راجن۔

داہر:۔ اونہہ، ہمارے دو لاکھ یودھاؤں سے بارہ ہزار سر پھرے مسلمان لڑنے آئے ہیں۔ ہمارے یودھاؤں کو برہما بھی نہیں ہرا سکتے۔

جوتشی :- مہاراج

داہر :- کیا دیکھا آپنے جوتشی جی۔

جوتشی :- (ڈرتے ڈرتے) اَن داتا۔ جیت پراپت ہو گی۔ دشمن اپنے یودھاؤں سمیت دریا میں ڈوب مریں گے اور جو باقی بچیں گے۔ وہ آپ کی جے جے کار کریں گے۔

داہر :- (قہقہہ لگا کر) ہا ہا ہا (سنجیدہ ہو کر) سیناپتی جی۔ آپ یودھ کی تیاری کیجئے آپ کا پُتر بھیم سنگھ چالیس ہزار یودھاؤں کے ساتھ دشمن کو بس بیلا کی پہاڑیوں میں رو کے اگر وہ آگے بڑھ آئے تو راجکمار جے سنگھ ان کو سندھ پار ہونے سے روکے گا۔ اگر وہ بھی ناکام رہا تو پھر ہم خود رن بھومی میں جائینگے

سیناپتی :- جو آگیہ راجن۔ آج ہی بھیم سنگھ کو چالیس ہزار یودھا دے کر بس بیلا کی طرف بھیج دیتا ہوں۔

داہر :- جاؤ جلدی کرو۔ بدیشی راجہ راج کرنے آیا ہے۔

بھیم سنگھ :- (تقریر کرتے ہوئے گرجدار آواز میں) ہم پر بدیشی راجہ راج نہیں کرے گا ویرو! تم ان مہاپرشوں کی سنتان ہو۔ جن کے بان دھنش سے آزاد ہو کر بادلوں کا سینہ چیر ڈالا کرتے تھے۔ جنہوں نے راون کی لنکا کو آگ لگا دی تمہاری رگوں میں اس ارجن اور بھیم سین کا خون ہے۔ جنہوں نے مہابھارت کی لڑائی میں خون کی ندیاں بہا دی تھیں۔ راجپوتو! آگ اور لوہے کے بنے ہوئے بہادرو!

عرب سے اٹھا ہوا یہ غبار سندھ کو اپنی لپیٹ میں لینا چاہتا ہے۔ یہ تمہارے دیوتاؤں کا اپمان کرنے آئے ہیں۔ یہ راکشس تمہاری بہو بیٹیوں کو غلام بنانے آئے ہیں۔ وہ تمہارے سامنے تمہارے نیزوں کا سواگت کرنے موجود ہیں۔ ان پر ثابت کر دو کہ ارجن کا اگن بان زندہ ہے۔

(جے کارے۔ ہر ہر مہادیو۔ جے بجرنگ بلی)

محمد بن قاسم:۔ میرے رفیقو! آج ہم پہلی بار سندھی دشمن سے نبرد آزما ہو رہے ہیں۔ خبردار تمہارے حوصلے نہ گرنے پائیں۔ چٹانوں کی طرح سینہ سپر فولاد کی طرح مضبوط اور سیسہ پلائی دیوار کی طرح اٹل بن جاؤ۔ تم اپنے مظلوم بھائیوں اور بے کس بہنوں کو فرعونی چنگل سے نجات دلانے آئے ہو ظالم کی تلواریں چھین لو اور سندھ میں بسنے والے ہر ذی روح کو یہاں کے ہر مظلوم کو اخوت و مساوات کا مژدہ سناؤ۔ مسلمانو! جہاد مسلمان کا مقدس فرض ہے جہاد میں مرنے والا شہید کہلاتا ہے۔ اور مبارک ہیں وہ جو جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ اسلام کے جانباز بیٹو! نیزوں کو ہوا میں لہراؤ اور دشمن کے سینے چھلنی کر دو اور یہاں کی ریت کے ذروں سے بھی خراج حاصل کرو، آگے بڑھو خدا ہمارے ساتھ ہے!

نعرۂ تکبیر ـــــ اللہ اکبر

راوی:۔ اور اسی طرح مسلمانوں کے چند روزہ پُر زور حملوں کی تاب نہ لا کر

دشمن بھاگ کھڑا ہوا اور میدان سر فروشانِ اسلام کے ہاتھ رہا۔ کمسن سالار محمد بن قاسم کی سندھ پر یہ پہلی فتح تھی۔ جب رات نے اپنی سیاہ زُلفیں کائنات پر بکھیر دیں۔ تو یہ فرشتہ صورت غازی، سترہ سالہ سالار میدانِ کارزار میں پھر رہا تھا۔

(قدموں کی چاپ، ہتھیاروں کی کھٹاکھٹ اور ٹھوکروں کی آوازیں

پس منظر میں کراہنے کی آوازیں)

محمد بن قاسم :- زبیر، مشعل آگے لاؤ۔ یہ سپاہی سخت زخمی معلوم ہوتا ہے

زبیر :- (دیکھ کر) ہاں، اسے دائیں بازو اور پسلی پر سخت زخم آئے ہیں۔ تیس

تم اسے اٹھا کر لے چلو اور فوراً مرہم پٹی کر دو۔

(وقفہ)

محمد بن قاسم :- زبیر، اسے دیکھو، یہ کون ہے؟ دائیں ہاتھ میں تلوار اور بائیں ہاتھ میں سندھ کا جھنڈا مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے۔ سبحان اللہ، واقعی یہ بہادر تھا۔ اس کے چہرے پر نور ہے۔ وہی نور جو ایک بہادر اور محبِّ وطن سپاہی کے چہرے پر مرنے کے بعد بکھر جایا کرتا ہے۔ آہا۔ ہیں، یہ تو زندہ ہے۔ (زخمی کا سر اٹھا کر گود میں رکھ لیتا ہے) دوست — لو دوست پانی پیو، پانی پیو۔

بھیم سنگھ :- (کراہتے ہوئے پانی پیتا ہے) آپ! — آپ کون ہیں؟

محمد بن قاسم :- محمد بن قاسم، مسلمانوں کا سالارِ لشکر۔

بھیم سنگھ :- (حیران ہو کر) ہیں۔ پیاسوں اور زخمی سپاہیوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ مجھے اچنبھا ہے۔ ہم آپ کے دشمن ہیں؟

محمد بن قاسم :- (معمولی سی ہنسی) اب لڑائی ختم ہو چکی ہے۔ ہم جس مقصد کیلئے لڑ رہے ہیں۔ اگر آپ کا راجہ ضد نہ کرتا تو انسانیت کے اتنے خون ہرگز نہ ہونے پاتے۔ اس وقت آپ ہمارے بھائی ہیں۔ آپ تکلیف میں ہیں اور آپ کی خدمت کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔

بھیم سنگھ :- کیا مسلمان دشمنوں سے بھی نیک برتاؤ کیا کرتے ہیں؟

محمد بن قاسم :- ہاں! مسلمان تنگ نظر نہیں ہوتے۔ آئیے آپ ہمارے خیموں میں چلئے۔ میں خود آپ کی خدمت کروں گا۔ جب آپ تندرست ہو گئے تو آپ اپنے ساتھیوں سمیت جا سکیں گے۔

بھیم سنگھ :- تندرست ہونے کے بعد آپ ہم کو چلے جانے دینگے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم واپس جا کر آپ کے خلاف پھر ہتھیار اٹھائیں گے۔

محمد بن قاسم :- معلوم ہے۔ آپ مجبور ہوں گے۔ آپ کا ضمیر کبھی آپ کو اجازت نہ دے گا۔

بھیم سنگھ :- اوہ۔ واقعی۔ مسلمان قیدی کہتے تھے کہ مسلمان بہادر ہوتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے پاس سب سے اچھا حربہ ان کا سلوک ہے۔ جو من جیت لیتا ہے۔ آپ دیوتا ہیں۔

ایک سندھی سپاہی:۔ آپ سچ مچ دیوتا ہیں۔ آپ دشمن کے معمولی سپاہیوں سے بھی اتنا نیک برتاؤ کرتے ہیں۔ آپ بڑے دیالو ہیں۔ آپنے ہمارے من موہ لئے ہیں۔ آپ دیوتا ہیں۔ (بہت سی آوازیں) آپ دیوتا ہیں

دوسرا:۔ سرکار، بھیم سنگھ جی جا چکے ہیں۔

محمد بن قاسم:۔ ہاں۔ وہ جا چکے ہیں۔ اب تم لوگ بھی تندرست ہو چکے ہو جب تمہارا جی چاہے۔ تم بھی جا سکتے ہو۔

پہلا:۔ سرکار ہم لوگ نہیں جانا چاہتے۔ ہم نت آپکے پاس رہیں گے آپکے چرنوں کے داس بن کر ۔ مہاراج داہر ظالم ہے۔ پاپی ہے۔ ہم یہاں خوش ہیں۔ ہم آپکے جھنڈے تلے لڑیں گے۔ (آوازیں) ہاں ہاں ہم آپ کے جھنڈے تلے لڑیں گے سرکار۔

محمد بن قاسم:۔ یہ تم لوگوں کی اپنی مرضی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم مسلمانوں کے سلوک سے خوش ہو اور یہی نہیں ہمارے جھنڈے تلے جمع ہو کر لڑنا بھی پسند کرتے ہو۔ تمہیں اجازت ہے

سب:۔ سرکار محمد بن قاسم کی جے۔ سرکار محمد بن قاسم کی جے۔

(وقفہ)

راجہ داہر کا دربار

سیناپتی:۔ راجن۔ آگیہ دیجئے۔ بھیم سنگھ راج دربار میں سیس نوانے کیلئے

حاضر ہے۔

داہر:۔ (گرج کر) ہم اس کائر کی منحوس صورت نہیں دیکھنا چاہتے۔ اگر وہ تمہارا بیٹا نہ ہوتا تو ہم اُسے مست ہاتھی کے پاؤں تلے کچل ڈالنے کی آگیہ دے دیتے۔ شکست کھانے کے بعد اب وہ اپنی رونی صورت لے کر ہمیں اپنے سینے کے زخم دکھانے آیا ہے۔

سیناپتی:۔ اَن داتا۔ وہ بے قصور ہے۔ یہ دن دیکھنا اس کے بھاگ میں لکھا تھا وہ سپاہی ہے اور سپاہی لوہے کی زنجیروں تک کو کاٹ سکتا ہے — پرنتو لیکھ سے نہیں لڑ سکتا۔

داہر:۔ ہوں۔ سپاہی لیکھ سے نہیں لڑ سکتا۔ ہمیں ایسے سپاہیوں کی ضرورت بھی نہیں۔ ہمیں ان یودھاؤں کی ضرورت ہے۔ جن کی کٹاریں ریکھاؤں کے جال کو کاٹ پھینکیں اور دشمن کی کھوپڑیوں سے اپنے راستوں پر کوسوں کے نشان قائم کریں۔

سیناپتی:۔ اسے راج دربار میں حاضر ہونے کی اجازت تو دیجئے مہاراج — وہ کائر نہیں۔ وہ ڈرپوک نہیں وہ بہادر ہے۔ وہ اس راجپوت باپ کا بیٹا ہے۔ جس کی سات پشتیں راج دربار کی سیوا کرتی رہی ہیں اور جو راج کی سلامتی کے لئے اپنی جان دینے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔

داہر:۔ اچھا۔ آگیہ ہے۔ بلاؤ اسے۔

(پہرہ دار بھیم سنگھ کو بلانے جاتا ہے)

سیناپتی :- سندھ آج کل چڑھا ہوا ہے ان داتا۔ اور دشمن اسے پار نہ کر سکے گا کیول ہمیں پوری تیاری کر لینی چاہیئے۔

(بھیم سنگھ آتا ہے)

بھیم سنگھ :- مہاراج کی جے ہو۔

داہر :- بھیم سنگھ۔ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ جب تمہیں شکست ہوئی تو تم فوراً اپنے ساتھیوں سمیت واپس کیوں نہ آئے۔

بھیم سنگھ :- راجن میں سخت زخمی ہو گیا تھا۔ مجھے مسلمانوں نے اپنے خیموں میں پہنچایا اور میری مرہم پٹی کی۔ جب میں تندرست ہو گیا تو واپس چلا آیا

داہر :- آئندہ تمہیں کوئی ذمہ داری نہیں سونپی جائے گی۔ ہمیں تم پر وشواس نہیں رہا۔

بھیم سنگھ :- ان داتا۔ میں خود کوئی ذمہ داری نہیں اٹھانا چاہتا۔ جس مسلمان سیناپتی نے مجھے خود موت کے منہ سے بچایا۔ میرے زخموں پر مرہم رکھا۔ میری سیوا کی اور پھر جب میرے زخم بھر گئے تو مجھ سے آئندہ نہ لڑنے کا وعدہ لئے بغیر مجھے رہا کر دیا اور مجھے اپنا گھوڑا دیا ہے۔ میں خود اس کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھانا چاہتا۔

داہر :- (بگڑ کر) دیکھ لیا تم نے سیناپتی۔ کیا تم اپنے اسی سپوت پر فخر کرتے ہو

سپینا پتی :- ان داتا۔ دشمن بڑا چالاک ہے۔ اُس نے میرے بیٹے پر جادو کر دیا ہے

بھیم سنگھ :- نہیں۔ جس نے مجھے اس وقت بچایا۔ جبکہ موت کا دیوتا مجھ سے تھوڑے سے فاصلہ پر رینگ رہا تھا۔ میں اس کے خلاف کبھی ہتھیار نہیں اٹھاؤں گا۔

(درباری تلواریں نکالتے ہیں اور چیخ چیخ کر کہتے ہیں۔ کائر۔ ڈرپوک۔ غدار)

بھیم سنگھ :- مجھے تم کچھ بھی کہہ لو۔ میں اچھی طرح یہ سمجھتا ہوں۔ جس کے ماتھے پر میں نے اپنے خون سے ٹیکہ لگا دیا ہے۔ اس کے خلاف تلوار اٹھا کر راجپوتی شان کا اپمان نہیں کر سکتا۔ مہاراج لیجئے اپنی تلوار —— یہ تلوار آپ ہی نے مجھے دی تھی۔

سپینا پتی :- بھیم سنگھ۔ بیٹے۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ مہاراج کے چرن چھو کر معافی مانگو مہاراج میرے بیٹے پر مسلمانوں نے جادو کر دیا ہے۔

داہر :- بزدل۔ کائر۔ کمینہ۔

راوی :- محمد بن قاسم کے نیک سلوک۔ خلوص اور ہمہ گیر حسن اخلاق نے دشمنوں کے قلوب مسخر کرنا شروع کر دیئے اور بہت جلد اُس کے جھنڈے تلے بیس ہزار سپاہی تلواریں سونتے، لڑنے مرنے کے لئے تیار نظر آنے لگے۔ سیوستان بھرت، بھورج وغیرہ فتح کرنے کے بعد یہ دیبل پہنچا اور وہاں کے مضبوط قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ قلعے میں پچاس ہزار سپاہی پرتاب رائے کی کمان میں

لڑ رہے تھے۔ پہلے دن مسلمانوں نے شدید حملے کئے۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ لیکن دوسرے دن جب جنگ کا زور انتہا کو پہنچ چکا تھا اور انسانیت کے وجود سے خون کی پچکاریاں چھوٹ رہی تھیں۔ یکایک مجاہدوں نے قلعہ کی فصیل پر سے اللہ اکبر کا پُرشور نعرہ بلند کیا اور سندھیوں نے ہتھیار ڈالنے شروع کر دیئے۔

قاسم:۔ مسلمانو! شہریوں کو امان دے دی گئی ہے۔ اس بات کا خیال رہے کہ اب تمہارے ہاتھ کسی شہری پر نہ اٹھیں۔ جو لوگ ڈر کر اپنے گھروں میں چھپے ہوئے ہیں انہیں اپنے سلوک سے یقین دلاؤ کہ اب انہیں کوئی خطرہ نہیں۔ دیبل کے شہریو — تمہیں مکمل طور پر مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اگر تمہیں کسی مسلمان سے کوئی شکایت ہو تو ہمیں آکر بتاؤ ہم اسے سزا دیں گے۔

(وقفہ)

داہر:۔ پردھان منتری۔

منتری:۔ اَن داتا۔

داہر:۔ ہر طرف سے ہار کی خبریں آرہی ہیں۔ آخر ہمارے یودھاؤں کی تلواروں کو کیا ہو گیا ہے۔

منتری:۔ مہاراج مسلمان جادوگر ہیں۔ وہ ہمارے یودھاؤں پر جادو کر دیتے ہیں۔ اسی لئے تو ان کی سینا آج پچاس ہزار کے قریب پہنچ چکی ہے اُن کا کم عمر سیناپتی سب سے بڑا جادوگر ہے۔

داہر:۔ پچاس ہزار؟ — وہ کیسے؟ اُن کی سینا تو بارہ ہزار تھی۔

منتری:۔ مہابلی۔ ہمارے ہی یودھا اُن کے جھنڈے تلے جمع ہو کر لڑتے ہیں اور تو اور اُن کا جادو تو بھیم سنگھ پر بھی چل گیا تھا اسی لئے تو اُس نے بھی بھرے دربار میں اُن کے خلاف ہتھیار اُٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔

داہر:۔ اچھی بات ہے۔ یدھ کی تیاری کرو۔ ہم خود یدھ بھومی میں جائیں گے۔

(وقفہ)

بھیم سنگھ:۔ سرکار محمد بن قاسم کی جے ہو۔

قاسم:۔ (حیرت سے) بھیم سنگھ۔ آپ، آپ یہاں کیسے؟

بھیم سنگھ:۔ سیناپتی جب میں داہر کے دربار میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے خلاف ہتھیار اُٹھانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ مجھے بندی گھر میں ڈال دیا گیا لیکن پھر کسی سردار کی مدد سے میں بندی گھر سے فرار ہو گیا اور آپ تک پہنچا ہوں۔ آپ کی اچھائی اور نیکی کے سلوک نے اجازت نہیں دی کہ میں اُس کے خلاف رن بھومی میں آؤں۔ جس نے میری جان بچائی تھی۔ میں راجپوت ہوں اور یہ میری غیرت کا تقاضا ہے کہ میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی آپ کے چرنوں میں گرا دوں۔ میرے دس ہزار یودھا سرکار محمد بن قاسم کی جے جے کار کر رہے ہیں۔ اُٹھئے اور انہیں درشن دیجئے۔

قاسم:۔ بھیم سنگھ ہم آپ سے نہایت خوش ہیں۔ ہم ہمیشہ آپ کی دوستی پر ناز کرینگے

آپ انسانیت کے دوست ہیں۔ آپ انسان ہیں۔

بھیم سنگھ:۔ عزت افزائی کا شکریہ۔ اب ہماری منزل برہمن آباد ہے۔ جلدی کیجئے ہمیں داہر کو تیاری کا موقعہ نہیں دینا چاہیئے۔

قاسم:۔ زبیر، کوچ کی تیاری کرو۔

زبیر:۔ بہت خوب۔

راوی:۔ عمادالدین محمد بن قاسم نے رکاب میں پاؤں رکھا اور ایک بار پھر فتح و نصرت نے اُس کے سمند اقبال کے قدم چومے۔ راجہ داہر بے شمار سپاہیوں سمیت میدان کارزار میں کھیت رہا۔ برہمن آباد پر غازیان دین کا ہلالی پھریرا لہرانے لگا۔ یہاں وہ تمام مسلمان قیدی، جن کی گرفتاری اس جنگ کا پیش خیمہ تھی، مسلمانوں سے آن ملے اور سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔ نوعمر سالار اعظم محمد بن قاسم کا ناز اُٹھانے والی نصرتیں آگے آگے چلیں، فتوحات نے بڑھ کر بانہیں پھیلادیں اور بہت جلد سندھ کے دارالحکومت ملتان کی زمین نے محمد بن قاسم کے قدموں کی چاپ سُنی اور اُسے محسوس کیا۔ اس ملک میں جہاں صرف ناقوس اور گھنٹیوں کی آوازیں گونجا کرتی تھیں۔ اب وہ توحید کے راگ اور اذانوں کا شور بھی سُن رہا تھا۔ لوگ اپنے نئے دیوتا کے مجسمے کے سامنے جھوم جھوم کر بھجن گا رہے اور دیوتا پوچھ رہا تھا۔

قاسم:۔ بھیم سنگھ! آج ہم نے شہر کے چوک میں ایک مجسمہ دیکھا ہے۔ وہ

بالکل ہمارا ہم شکل تھا۔ ہم سمجھ نہیں سکے۔ یہ کام کیوں اور کس نے کیا ہے
کیا آپ کچھ بتا سکتے ہیں۔

بھیم سنگھ :- سردار وہ سندھیوں کا نیا دیوتا ہے۔ انہوں نے بالکل اسی طرح
کا ایک اور مجسمہ شہر کے سب سے بڑے مندر میں نصب کروا دیا ہے۔ وہ اُس
کی پُوجا کریں گے!

محمد بن قاسم :- بھیم سنگھ، اسلام بُت پرستی کی اجازت نہیں دیتا، یہ گناہ ہے،
گناہ کبیرہ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہم اس قابل نہیں کہ لوگ ہمیں پوجیں۔
ہم تو خدا کے ادنےٰ بندے ہیں۔ فوراً جاؤ اور وہ دونوں مجسمے توڑ ڈالنے
کا انتظام کرو۔

بھیم سنگھ :- لیکن سالارِ اعظم

محمد بن قاسم :- (گرج کر) لیکن ویکن کچھ نہیں۔ ہم نہ تو خود کسی انسان کو سجدہ
کرتے ہیں اور نہ یہ گوارا کر سکتے ہیں کہ کوئی انسان ہمیں سجدہ کرے، جاؤ
فوراً جاکر تعمیل کرو۔

بھیم سنگھ :- سالارِ اعظم یہ تو اس لازوال محبت اور بے پناہ عقیدت کا اظہار
ہے جو سندھیوں کے دلوں میں آپ کے لئے ہے۔ کیا ایسا کرنے سے اُن
کے دل ٹوٹ نہ جائیں گے؟

محمد بن قاسم :- ہم اُن سے معافی مانگ لیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے مذہب

میں، بت پرستی جائز نہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ ہماری بات کا بُرا نہ مانیں گے۔

بھیم سنگھ :۔ سالارِ اعظم۔ لوگ آپ کو دیوتا سمجھتے ہیں اور یہ ہے وہ جوشِ عقیدت جس نے انہیں آپ کے سامنے سربسجود ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ سرکار ایک بات عرض کرنی چاہتا ہوں!

محمد بن قاسم :۔ کہو بھیم سنگھ؟

بھیم سنگھ :۔ مرا جی چاہتا ہے۔ آپ جیسے نیکدل مسلمانوں کا بھائی بن جاؤں۔ کیا آپ مجھے اپنا بھائی بنا لیں گے!

محمد بن قاسم :۔ (خوشی اور جوش سے) بھیم سنگھ، مرحبا بھیم سنگھ، ہم نہایت خوش ہوئے۔ ہم نے تمہیں کبھی غیر نہیں سمجھا۔ ہم تمہیں پہلے بھی بھائی سمجھتے تھے اور اب تو تم ہمارے دینی بھائی بن رہے ہو۔

بھیم سنگھ :۔ میرا اسلامی نام

محمد بن قاسم :۔ سیف الدین۔ کہو پسند ہے؟

بھیم سنگھ :۔ آپ کی عنایت ہے۔

محمد بن قاسم :۔ شکر ہے تیرا پروردگار

راوی :۔ اس عرصے میں خلیفہ ولید بن عبدالملک اور حجاج بن یوسف ثقفی کا انتقال ہو چکا اور نئے خلیفہ سلیمان نے جسے محمد بن قاسم سے پرانی عداوت تھی۔ واپس چلے آنے کا حکم صادر فرمایا اور جب سندھیوں کو معلوم

ہوا۔ کہ ان کا دیوتا جا رہا ہے ۔ تو ۔

(شور و غل کی ملی جلی آوازیں)

آوازیں :۔ ہم سرکار محمد بن قاسم کو نہیں جانے دیں گے۔ ہم اپنے دیوتا کو نہ جانے دیں گے۔ وہ ہمارے مہاراج ہیں ۔ وہ کبھی نہیں جاسکتے۔ نہیں نہیں ہم انہیں کبھی نہ جانے دیں گے۔

محمد بن قاسم :۔ دوستو . . . . .

(لوگ خاموش ہو جاتے ہیں)

میرے واپس جانے کی خبر سن کر جس غم اور دکھ کا اظہار آپ لوگ کر رہے ہیں۔ میں اُس سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ لیکن میرے رفیقو! میں مسلمان ہوں اور مسلمان پر اطاعتِ امیر فرض ہے۔ مجھے میرے خلیفہ نے واپس چلے آنے کا حکم دیا ہے۔ اور مجھ پر اس حکم کی تعمیل فرض ہے۔ اگر زندگی نے وفا کی۔ تو ضرور کبھی آن ملوں گا۔ ورنہ مجھ سے اگر کوئی زیادتی ہوئی ہو۔ تو میں اس کے لئے معافی چاہتا ہوں۔

(شور و غل کی آوازیں۔ ہجوم آہستہ آہستہ منتشر ہو جاتا ہے)

راوی :۔ دوسرے دن محمد بن قاسم کا گھوڑا پھولوں کے انبار روندتا ہوا جا رہا ہے۔ اور برہمن آباد کے مرد اور عورتیں تھالیوں میں رکھے

پھول، اس پر نچھاور کر رہے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ہونٹوں پر آہیں، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اپنے نئے دیوتا کو جاتے ہوئے دیکھ کر خون کے آنسو رو رہے تھے!

راوی:۔ آنسوؤں کے سیلاب، اور آہوں کے ہجوم سے گزر کر محمد بن قاسم دمشق پہنچا۔ جہاں قضا کا سرد ہاتھ اُسے اپنی گرفت میں لینے کے لئے منتظر تھا۔ خلیفہ کے حکم سے یہ نوعمر مجاہد، اور محیر العقول سپہ سالار اعظم قتل کروا دیا گیا۔ شجاعت کا آفتاب نصف النہار تک پہنچنے کے بعد اچانک ڈوب گیا۔ سندھی اپنے دیوتا کی یاد میں محبت کے آنسوؤں اور غمگین آہوں کے پھول برسا رہے تھے۔ اور اُن کا دیوتا انہیں محبت بھری نظروں سے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

راوی:۔ وہی سندھ جس کی سرزمین نے مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کے قدم چومے تھے۔ وہی سندھ جس کی فضائیں توحید کے راگ اور اللہ اکبر کے نعروں سے گونجی تھیں۔ وہی سندھ جس پر فاتحین نے اپنا ہلالی پھریرا لہرایا تھا۔ آج پھر وہی راگ اور وہی نعرے سن رہا ہے اس پر وہی پرچم لہرا رہا ہے۔ اُسی زمین سے جہاں ہمارا قافلہ آ کر ٹھہرا تھا۔ ایک مرد مجاہد پیدا ہوا۔ محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ ۔۔۔ قائد اعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ ۔۔۔ بابائے ملت حضرت قائد اعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ جنہوں نے

شمشیر کی نوک سے نہیں بلکہ قلم کی نوک سے مسلمانوں کے لئے ایک وسیع، سب سے بڑی اسلامی سلطنت حاصل کی۔ جنہوں نے تقدیر کو تدبیر کے سانچے میں ڈھالا، جنہوں نے دشمنوں کی ہر چال، ہر فریب، اور ہر تدبیر کے طلسم کو باطل کر ڈالا۔ وہ مردِ حری، دو سو سال کے غلام مسلمانوں کو عروسِ آزادی سے ہمکنار کر کے ہمارے لئے اپنا اختیار کیا ہوا راستہ چھوڑ گئے۔ وہی راستہ جس پر چل کر ہم کامیابی کے اُفق کو چھو سکتے ہیں۔ جو ہمیں منزلِ مقصود تک لے جا سکتا ہے اور ہماری آزاد سلطنت پاکستان جس کے تحفظ اور بقا کے لئے ہمیں جان، مال، تن من دھن، سب کچھ قربان کرنا ہے۔ جو ہمیں دنیا کی ہر چیز سے پیارا ہے ہمارا پاکستان — زندہ باد پاکستان۔!!

عمادُالدّین زنگی

عمادُالدّین زنگی

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے
جنہیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

راوی :- یہ غازی۔ یہ اللہ کے پُراسرار بندے ہر دور میں ہوتے ہیں اور جب بھی ظلم کی انتہا ہو جاتی ہے تو کوئی پُراسرار طاقت پردہ غیب سے معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔ جس کے مقابلے کی تاب نہ لاکر طاغوتی قوتیں دم توڑتی ہوئی نظر آنے لگتی ہیں۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جب بھی انسانیت کے گلے پر کند چھری پال رکھی گئیں تو اُس کی حفاظت اور بقا کے لیئے کوئی مردِ خدا میدانِ عمل میں اُتارا اور اُسے حیاتِ نو بخشتا رہا۔ جب قومیں راہِ راست سے

بھٹکیں تو ان کی رہنمائی کے لئے پیغمبر آئے۔ جب کسی ملک میں بدنظمی پھیلی یا کسی جابر حکمران نے عنانِ حکومت ہاتھوں میں تھامی۔ جس عہد میں بھی مظالم توڑے گئے۔ کوئی مردِ غازی انہیں نجات دلانے کے لئے پیدا ہوتا رہا۔

آج سے نو سو برس پہلے جب مسلمان خانہ جنگیوں میں مصروف تھے اور اس کے علاوہ دشمن انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا۔ عماد الدین زنگی ان کے لئے پیامِ موت بن کر آیا اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کر کے انہیں ایک مرکز پہ لا کھڑا کیا۔

خلیفہ مستنصر باللہ کے عہد میں مغربی ایشیا پہ تعصب اور جہالت کا سیلاب اُمنڈ آیا اور نصرانیوں نے اپنے ہر اس سپاہی اور جرنیل کو جس نے انسانی خون سے ہاتھ رنگے۔ رستمِ زماں کا خطاب دیا اور مذہبی پیشواؤں نے ان سفّاک لیڈروں کی دیوانگی اور بہیمانہ کردار کو مقدس کہتے ہوئے مذہبی جنگ کا نام دیا۔ حق و باطل کی خوفناک ٹکر ہوئی اور بالآخر وحشت و بربریت کے سرکش شعلوں نے سرد ہو کر دم توڑنا شروع کر دیا اور توہم پرستی کا سر بفلک ایوان اپنے ہی بوجھ تلے دب کر رہ گیا۔

مارچ ۱۰۹۵ء میں مذہبی پیشوا اربن نے ایک کونسل بلائی اور کہا۔ یہ مقدس جنگ ہے۔ جو کوئی ان کافروں کے خلاف لڑے گا۔ جنہوں نے ہماری مقدس خانقاہ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اسے بخش دوں گا اور جو لڑ کر شہید

ہو گا۔ اُسے بہشت میں جگہ دوں گا۔

سپاہیوں کو اُبھارنے کے لئے یونان کی سحر طراز دوشیزائیں، اور خوشبودار شراب کے خم کے خم لنڈھائے گئے۔ لالچ، ہوس اور نفسیانیت نے اس یلغار کا ساتھ دیا۔ میدان میں وہ گھمسان کا رن پڑا کہ الامان، اس قدر لوگ مارے گئے کہ ایک ٹھوکر سے دس انسانی کھوپڑیاں لڑھکتی ہوئی نظر آنے لگیں۔

اس کے بعد سنہ ۱۰۹۷ء میں نیس کے میدان میں سات لاکھ نصرانی تلواریں سونتے خونی رقص کرنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ ان کے مقابلے میں سلجوقیوں کی سیاہ سینہ تانے گوش بر آواز تھی۔ لیکن تقدیر دور کھڑی ہی مسکرا رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر تبسم بکھرا ہوا تھا۔ وہ طرفین کی تباہ کن ٹکر کا فیصلہ کر چکی تھی۔ یعنی سلجوقی سلطان کی آستینوں میں پلے ہوئے وہ سانپ جنہیں وہ سونے کی کٹوریوں میں دودھ پلایا کرتا تھا۔ اُسے ڈسنے کے لئے تیار تھے۔ سلجوقی جرنیل فیروز آغا اور ارمنی سردار فیروز نے غداری کی اور رات کے وقت فصیل کے نیچے رسے لٹکا دیئے۔ دشمن فصیل پر چڑھ آیا اور شہر میں قتل و غارت کی ابتداء انتہا معلوم ہونے لگی۔

سنگِ مرمر سے محل اور خس و خاشاک کی جھونپڑیاں۔ کشادہ بازار اور تنگ گلیاں انسانی خون سے رنگ دی گئیں۔ بچوں اور بوڑھوں کو صفائی سے

تہ تیغ کیا گیا معصوم و بے گناہ لڑکیوں کو انطاکیہ کی منڈیوں میں فروخت کرنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ مسجد عمرؓ میں جو لوگ پناہ گزین ہوئے انہیں قتل کر دیا گیا۔ شہر میں ستر ہزار لوگ مارے گئے۔ قتلِ عظیم کے بعد گاڈفری بوئی یروشلم کا بادشاہ تسلیم کیا گیا۔ اس کے ایک سال بعد بالڈون اس کا جانشین مقرر ہوا۔

مسلمانوں کی خانہ جنگی سے دشمنوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ اور ان کی بنیادیں دن بدن کمزور اور کمزور تر ہوتی گئیں ـــ سلطان محمد ۱۱۱۸ء میں مر گیا اور اُس کا بیٹا سنجر سلطان بنا ـــ اس پُر آشوب زمانہ میں ملک شاہ کے ایک مشہور سردار امیر آق سنقر کے ہاں اسلام کا وہ مایہ ناز جرنیل پیدا ہوا۔ جس نے فرنگیوں کا نہ صرف مقابلہ کیا۔ بلکہ انہیں اُن کے مفتوحات کے چپے چپے سے محروم کر دیا۔ وہ دلیر فرزند اسلام جسے مسلمانوں نے عماد الدین زنگی کہا اور دشمنوں نے "زنگوین" کا نام دیا۔ جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو اس وقت ان کی عمر چودہ برس کی تھی۔ اُنہوں نے اپنی جاگیر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور حالات کا بغور مطالعہ کرنے لگے۔ سلطان محمود نے انہیں واسطہ کا شہر عطا کیا اور چار سال بعد موصل اور عراق کا بالائی علاقہ بھی دے دیا۔ خلیفہ نے انہیں اتابک کا خطاب دیا اور انہوں نے موصل میں اتابک

خاندان کی بنیاد رکھی۔ بہت جلد وہ عراق سے دشمنوں کو نکال دینے میں کامیاب ہو گئے۔ اُس وقت اُن کی عمر چھبیس برس کی تھی۔

عماد الدین:۔ الحمد للہ۔ آج ایک بار پھر سر زمینِ عراق پر ہلالی پھریرا لہرا رہا ہے کفر کی بدلیاں چھٹ چکی ہیں اور یہاں کی فضائیں شورِ لا الٰہ سے معمور ہو گئی ہیں۔ کیوں جمال الدین الجواد۔

جمال الدین الجواد:۔ بجا ارشاد ہوا قبلۂ عالم!

عماد الدین:۔ کاش اسلامی دُنیا غداروں کے وجود سے خالی ہوتی۔

جمال الدین:۔ (سرد آہ بھر کر) کاش، ایسا ہو سکتا!— ہزاروں اور لاکھوں سلجوقی جانبازوں کی تباہی و بربادی اُن کا خونِ ناحق صرف سلجوقی سپہ سالار قربوغا اور فیروز ارمنی کی گردن پر ہے۔ اگر وہ سلطان کی پیٹھ میں خنجر نہ بھونکتے تو آج ارضِ مقدس پر دشمنوں کا نام و نشان تک نہ ہوتا اور بالڈون کے نام کا سکّہ نہ ڈھلتا۔

عماد الدین:۔ (آہ بھر کر) ہوں — وہی مشعلیں جو سلطان کی سلطنت کے طول و عرض میں اُجالے بکھیرا کرتی تھیں۔ اُنہوں نے ہی گھر کو آگ لگا دی افسوس صد افسوس۔

جمال الدین:۔ اور پھر بھی نہیں آقائے عالی! مسلمانوں کی خانہ جنگیوں سے دشمنوں نے کس قدر فائدہ اٹھایا ہے۔

(دونوں مرد آہ بھرتے ہیں۔ خاموشی کا وقفہ)

جمال الدین:۔ معمولی رنجشوں کو لڑائی میں تبدیل کر دیا جاتا ہے اور دونوں طرف مسلمان تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے آپس میں ٹکراتے ہیں استغفراللہ مسلمان، مسلمان کے خون سے ہاتھ رنگتا ہے اور فتح کے شادیانے بجا کر کہتا ہے کہ ہم نے دشمن کو مغلوب کر دیا۔

عماد الدین:۔ مسلمان، مسلمان کا دشمن، بھائی بھائی کا قاتل ۔۔ (کسی قدر تیزی اور غصے سے) جمال الدین! آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا ایسے سفاکوں پر ۔۔ ذلیل۔

جمال الدین:۔ ان حالات کے مدِ نظر ہمیں اطمینان سے نہ بیٹھنا چاہیے سلطان! مسلمانوں کی حکومتیں آپس میں ٹکرا ٹکرا کر نہایت کمزور ہو چکی ہیں۔ مکار دشمن ہر وقت موقعہ کی تلاش میں ہیں۔ وہ ہماری کمزوریوں سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور اب وہ پھر اسی تاک میں ہیں کہ کب ہمارا پاؤں پھسلے اور وہ لپک کر ہمیں آدبوچیں۔

عماد الدین:۔ تم ٹھیک کہتے ہو جمال الدین! ۔۔ ہمیں دشمن سے غافل نہ رہنا چاہیے ۔۔ جعفر ہمیں پانی پلاؤ۔

جعفر:۔ بہت بہتر سلطان

(چلا جاتا ہے)

...... اور اِدھر آج ہمارے دشمنوں کے کیمپ میں رنگ رلیاں منائی جا رہی ہوں گی۔

(وقفہ)

(نصرانیوں کی محفلِ رقص و نشاط میں سردار کی تقریر)

رینالڈ:۔ بہادرو! تمہارے لئے یورپ کے بادشاہوں نے بہترین شراب بھیجی ہے جس قدر پی سکو، پیو۔ یہ پری رُخ البیلی لڑکیاں۔ تمہیں بہلانے کے لئے بھیجی ہیں۔ اس کے بدلے میں تمہیں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کرنا ہو گا اور اُن کی نوجوان ماہ پارہ چھوکریوں کو تجارت کی جنس بنا کر انطاکیہ کی منڈیوں میں فروخت کرنے کے لئے جمع کرنا ہو گا۔ خوب شراب پیو۔ اور اپنی برق آسا تلواروں کو زہر میں بجھاؤ۔ تمہیں اپنی چمکتی ہوئی تلواروں سے مسلمانوں کی کھردری گردنیں اُڑانی ہیں۔ ریمنڈ۔ شراب لاؤ۔

(سپاہیوں کے غل مچانے کی آوازیں۔ قہقہے۔۔۔ اور ساتھ ہی ساتھ دلربا کے تاروں کی آواز۔۔ وقفہ۔ ہنگامہ اور سازوں کی آواز آہستہ آہستہ معدوم ہو جائے)

(صلیبی جرنیلوں کی کونسل)

رینالڈ:۔ کرنل ہلر۔ اس مرتبہ ہم یقیناً مسلمانوں کا بچہ بچہ موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ لیکن میں حیران ہوں کہ یہ کس قدر سرکش قوم ہے۔ ہم جتنا انہیں دباتے

ہیں۔ یہ اتنا ہی اُبھرتے ہیں۔ صحرائی بدّو ا

کرنل ہلر:۔ وحشی لوگ ہیں۔ موت سے ذرا بھی تو نہیں ہچکچاتے۔ جان دے دیں گے مگر ملیں گے نہیں۔ کم بخت بھیڑیئے۔

رینالڈ:۔ دیکھو تو! آپس میں ہی کٹ مرتے ہیں۔ ذرا سی بات ہوئی۔ جھٹ تلوار نکال لی۔ اور لگے غرّانے بیوقوف۔

کرنل ہلر:۔ لیکن رینالڈ۔ ان کی بیوقوفی کم از کم ہمارے لئے تو نہایت ہی مفید ثابت ہوئی ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں یہ لوگ آپس میں ہی لڑتے مرتے رہے اور ہمیں اپنے مقبوضات مضبوط اور وسیع کرنے کے لئے خود بخود راستے ملتے رہے اور اس کے علاوہ نہایت آسانیاں بھی!

رینالڈ:۔ ہاں یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے۔ ہمیں اپنی تلواریں بے نیام کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی!

کرنل ہلر:۔ اب وہ نہایت کمزور ہو چکے ہیں۔ ہم بوزہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ لیکن!

رینالڈ:۔ لیکن کیا؟

کرنل ہلر:۔ ابھی ایک خوفناک اور طاقتور دشمن زندہ ہے!

رینالڈ:۔ وہ کون ہے؟

کرنل ہلر:۔ زنگو ین۔

رینالڈ:۔ زنگوین۔ ہُنک (حقارت سے) اگر وہ اتنا ہی بہادر ہے تو آکر چھڑائے ان مسلمان قیدیوں کو جو ہم نے گرفتار کر رکھے ہیں۔ ہُنہ وہ کیا چیز ہے۔ میں اسے اور اس کی تمام سپاہ کو اس طرح بکھیر دوں گا۔ جیسے آندھی تنکوں کو اڑا دیتی ہے۔ ہُنہ۔ کیوں ایلیزا۔ تم کیوں خاموش ہو۔ بولتی کیوں نہیں؟ لاؤ شراب کا ایک جام۔

(ایلیزا شراب دیتی ہے)

کرنل ملر:۔ زنگوین تو بجائے خود، اس کا وزیر جمال الدین بھی نہایت خطرناک آدمی ہے۔

رینالڈ:۔ (شراب پیتے ہوئے) سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میری تلوار نیام سے نکل کر سب دشمنوں کو ختم کرنے کے بعد ہی نیام میں جائے گی۔ کیوں ایلیزا؟

(ایلیزا دلربا کے تار چھیڑ دیتی ہے)

ایلیزا:۔ نہ جانے آج میرے دل کو کیا ہو رہا ہے۔

رینالڈ:۔ ایلیزا:۔ کیا بات ہے؟ گھبراؤ نہیں۔ ہم بہت جلد لوزہ پہنچ جائینگے۔ وہاں سب سے عالی شان محل میں میری ایلیزا کا قیام ہوگا۔ ذرا چھیڑو تو دلربا کے تاروں کو۔ اور پھر ہمیں شراب پلاؤ۔ جتنی پلا سکو۔ پلاؤ۔

ایلیزا:۔ معاف کیجئے۔ میرا سر بھی چکرا رہا ہے۔

رینالڈ:۔ سر بھی چکرا رہا ہے۔ اوہ۔ پھر؟

کرنل ملر:۔ اچھا جرنل رینالڈ۔ اب میں چلوں گا۔ کافی وقت ہو چکا ہے شب بخیر!

رینالڈ:۔ شب بخیر (قدموں کی چاپ) ایلزا کہو کیا بات ہے۔ آؤ باہر گھوم آئیں

ایلزا:۔ (ہنس کر شوخی سے) کیا ضرورت ہے (وقفہ ہنستی ہے) لیجئے شراب جی بھر کر پیجئے۔ (تاروں کو چھیڑتی ہے) مجھے تو تنہائی کی ضرورت تھی۔ میں چاہتی تھی کہ یہاں ہم دونوں کے سوا کوئی نہ ہو۔

(ہنستی ہے)

رینالڈ:۔ (قہقہہ لگا کر) خوب۔ خوب۔ بہت شریر ہو تم

(سازوں کی آواز۔ رینالڈ شراب پی کر مدہوش ہو جاتا ہے۔ سازوں کی آواز میں شور و غل شامل ہو جاتا ہے۔ مسلمان قیدیوں کے چلّانے کی آوازیں آتی ہیں۔ پانی۔ پانی پانی وغیرہ۔

مسلمان قیدی:۔ پانی۔ پانی۔ آہ پانی پلاؤ۔ (ہنگامہ)

رینالڈ:۔ (نشے میں) کیوں چلّا رہے ہیں یہ۔

ایک سپاہی:۔ حضور۔ وہ پانی مانگتے ہیں۔

رینالڈ:۔ پانی مانگتے ہیں۔ اچھا ہم خود انہیں پلائیں گے۔ ہٹ جاؤ۔

(لڑکھڑاتا ہوا ہاتھ میں شراب کا جام لئے مسلمان قیدیوں کے پاس بڑبڑاتا ہوا جاتا ہے۔ وقفہ)

رینالڈ:۔ تم پانی پینا چاہتے ہو۔ ہاں۔ نہیں ہم نہیں پانی نہیں دیں گے پا... نی سے تمہاری پیاس نہیں بجھے گی۔ لو شراب پیو۔ جتنی چاہتے ہو پیو۔ (ایک مسلمان

کے منہ سے شراب کا جام لگا دیتا ہے)

(ہنستا ہے..... اور کہتا ہے پیو.... پیو، شراب پیو۔ مسلمان قیدی جام پرے پھینک دیتا ہے)

ریناالڈ:۔ (غصے سے)..... ہوں.... (خنجر مار کر) کمینے۔ تو نے میری پیش کی ہوئی شراب نہیں پی کتے (خنجر نکال کر اُس کے سینے میں پیوست کر دیتا ہے۔ رُکی رُکی سانسوں کی آواز)... تو تم اب اس کمینے کا خون پیو۔ کسی کو پانی نہیں ملے گا۔

مسلمان قیدی:۔ اس قدر ظلم نہ کرو کہ برداشت نہ ہو سکے۔ ہمیں پیاس لگی ہے!

ریناالڈ:۔ ریمنڈ۔ ان سب کی پیاس آبِ خنجر سے بجھا دو (ہچکی) آبِ خنجر ہے۔ ہی ہی ہی..... ہی ہی (لڑکھڑاتا ہوا چلا جاتا ہے۔ چیخنے اور کراہنے کی آوازیں) اور ان سے فارغ ہو کر بوزہ کی طرف بڑھو۔

(صلیبی سپاہی بوزہ کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔ فوج مارچ کرتی ہوئی گزر رہی ہے۔ بگل بج رہے ہیں اور نقارے کی آواز آ رہی ہے۔ گھوڑوں کی ہلکی ہلکی ٹاپیں۔ ریناالڈ گزرتے ہوئے سپاہیوں سے مخاطب ہے)

ریناالڈ:۔ جانبازو! بوزہ کے چپے چپے کو کافروں کے خون سے رنگ دو۔ راحت و آرام کی گھڑیاں ختم ہو چکیں۔ اب زخموں سے چور دشمن کی چیخوں میں موسیقی تلاش کرو۔ میں اُن کی لاشوں کو گھوڑوں کے سموں تلے اور ان کی رگوں

سے خون کے اُبلتے ہوئے دھارے دیکھنا چاہتا ہوں۔ بڑھے چلو... بڑھے چلو...

(گھوڑے تیزی سے بھاگنا شروع کرتے ہیں اور بگل کی آواز آتی ہے۔

وقفہ ــــ ٹاپوں کی آواز کے ساتھ تلواروں کی کھٹا کھٹ کی آواز

اور مردوں و عورتوں کے چیخنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ایک دلدوز

لمبی چیخ کی آواز آئی۔ عماد الدین زنگی اپنے خیمے میں آرام فرما رہے

ہیں۔ سوتے سوتے ایک دم بستر پر اُٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور۔)

عماد الدین:۔ (پریشانی سے بلند آواز میں) کس کے چیخنے کی آواز تھی یہ۔

کون چیخ رہا ہے۔ اوہ۔ کیسا ہنگامہ ہے۔ کیا ہو رہا ہے۔ کیوں ہو رہا ہے۔

جعفر:۔ آقا ــ میرے آقا!

عماد الدین:۔ جعفر۔ (اطمینان سے)

جعفر:۔ میرے حضور۔ کیا آپ نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔

عماد الدین:۔ ہمیں ایسا محسوس ہوا۔ جیسے کوئی ہمارے سینے میں تلوار کی نوک

اتار رہا ہے ــ ہمیں۔... ہمیں.. جعفر آج کونسا دن ہے؟

جعفر:۔ یک شنبہ عالی وقار!

عماد الدین:۔ (پریشانی میں) یک شنبہ ــ یک شنبہ۔

(وزیر اعظم خیمہ میں داخل ہوتا ہے)

جمال الدین :- آداب بجا لاتا ہوں حضور!
عماد الدین :- جمال الدین۔ اتنی رات گئے تم یہاں، خیر تو ہے ... تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟
جمال الدین :- حضور۔
عماد الدین :- کہو کیا بات ہے؟
جمال الدین :- سلطان، نہایت منحوس خبر آئی ہے۔
عماد الدین :- منحوس خبر آئی ہے۔
جمال الدین :- جی ہاں سُلطان۔ دشمنوں نے بوزہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کے بچے بچے کو نہایت بیرحمی سے مار ڈالا ہے۔
عماد الدین :- (پریشانی سے) مسلمانوں کے بچے بچے کو مار ڈالا ہے
جمال الدین :- اور اب ان کا نصف لشکر سبزاربہ کا محاصرہ کرنے آگے بڑھ رہا ہے
عماد الدین :- (اسی لہجے میں) سبزاربہ کا محاصرہ کرنے آگے بڑھ رہا ہے... نہیں... ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ غلط ہے... لیکن ... لیکن نہیں۔ یہ بالکل درست ہے... ہم نے ابھی ابھی چیخوں کی آوازیں جو سنی ہیں... چیخوں کی آوازیں... جمال الدین لشکریوں کو کوچ کا حکم دو، کہ ہم ابھی اسی وقت سبزاربہ جائیں گے۔
جمال الدین :- لیکن سلطان؟

عماد الدین :- کیا ہے؟

جمال الدین :- آپ کی طبیعت نصیبِ دشمناں ناساز ہے۔ آپ آرام فرمائیے اور غلام کو لشکر کے ہمراہ جانے کی اجازت دیجئے۔

عماد الدین :- کوئی بات نہیں۔ ہمیں گھوڑے کی زین بستر سے زیادہ نرم اور میدان جنگ کی دلسوز چیخیں زیادہ مرغوب ہیں۔ ہم پہلے سپاہی ہیں بعد میں سلطان ہم اُن مسلمانوں پر جن کی آنکھیں ہماری طرف لگی ہوئی ہیں۔ دشمنوں کی چیرہ دستیاں برداشت نہیں کر سکتے۔ جاؤ، تعمیل ہو۔

جمال الدین :- جو ارشاد۔ سلطان المعظم۔

(چلا جاتا ہے)

راوی :- سلطان عماد الدین زنگی اپنے لشکر کو سبزار یہ کی طرف چلنے کا حکم دیتے ہیں۔ بوزہ پر دشمنوں کا نشان لہرانے لگتا ہے اور انطاکیہ کی منڈیوں میں مسلمان لڑکیوں کی فروخت شروع ہو جاتی ہے آج انطاکیہ کے رنگیلے امیر ہاتھوں میں تھیلیاں لئے منڈیوں میں پھر رہے اور مسلم دوشیزاؤں کو نیم برہنہ کر کے نیلامی کی بولیاں دی جاتی ہیں۔

سوداگر :- (ایک مسلم لڑکی کو چبوترے پر گھسیٹ کر کھڑا کر دیتا ہے اور کہتا ہے) یہ مسلمان لڑکی بوزہ کی رہنے والی ہے۔ حسن و جوانی میں اپنی مثال آپ ہے۔ یورپ کی حسین لڑکیوں کو شرما دینے والی یہ مسلم دوشیزہ۔ سرو قد۔ گلبدن

شیریں سخن۔ غنچہ دہن۔ عمر سولہ سال۔ انگور کی بیلوں تلے۔ پرتگال کی شراب کے جام پلاتے وقت کس قدر خوبصورت نظر آئے گی۔ اس کی قیمت صرف دس ہزار سونے کے سکّے ..... دس ہزار ۔۔ دس ہزار سونے کے سکّے

ایک امیر:۔ (تھیلی پھینکتے ہوئے) یہ لو دس ہزار سونے کے سکّے۔ لاؤ ادھر اسے

(وقفہ۔ لڑکی کو ہاتھ سے پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے:
پس منظر میں سوداگر دوسری لڑکی کے متعلق باتیں کرتا ہے)

ملر:۔ (قہقہے لگاتا ہے) ایلزا ..... (نشے میں) تم ہی بتاؤ۔ بوزہ میں مسلمانوں کا قتل میں نے زیادہ کیا یا رینالڈ نے ...... ہوں .... (ہچکی)

ایلزا:۔ آپ نے۔ رینالڈ تو بزدل ہے ... اسی لئے تو میں آپ کے ساتھ چلی آئی۔

ملر:۔ ہی ہی ..... ہی ہی ... (حقارت سے) بزدل ... صرف باتیں بنانا ہی جانتا ہے .... (ہچکی)

ایلزا:۔ اور کیا؟ ... بہادر ہوتا تو بوزہ میں نہ بیٹھا رہتا ... سیزاریہ کی طرف خود بڑھتا ...

ملر:۔ تم ٹھیک کہتی ہو ..... یہ لو ہیرے اور موتیوں کا ہار۔ یہ تمہارا انعام ہے اب تو تم خوش ہو نا۔ کیوں ٹھیک ہے نا ...... (ہچکی)

ایلیزا :۔ شکریہ !

(ہنستی ہے۔ دلربا کے تار چھیڑتی ہے۔ ساز بلند ہو جائیں اور پھر ایک دم گھوڑوں کی ٹاپیں سازوں میں شامل ہو جائیں تکبیر کے نعرے اور تلواروں کی جھنکاریں۔ ایک نصرانی کرنل بروک مارا جاتا ہے اور اس کی بہن لوسی بھائی کی لاش کے قریب بیٹھی ہوتی ہے فرخ نامی ایک مسلمان سردار آتا ہے۔ پس منظر شور و غل کی بالکل ہلکی سی آواز۔ لڑکی روتی ہے)

فرخ :۔ کون ہو تم لڑکی ؟

لوسی :۔ (روتے ہوئے) تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے۔ دور ہو جاؤ۔ میں غم و غصے سے دیوانی ہو رہی ہوں۔ تم نے میرا بھائی مار ڈالا ہے۔ . . میرا بروک بھائی۔ (روتی ہے) چلے جاؤ۔ . . مجھے قاتلوں سے نفرت ہے . . . .

فرخ :۔ نادان نہ بنو۔ بھولی لڑکی سپاہیوں کی قسمت میں موت کے سوا اور لکھا ہی کیا ہے۔ دریا میں ہمیشہ تیراک ہی ڈوبا کرتے ہیں ——— کیوں کہ وہ لوگ جو تیرنا نہیں جانتے۔ پانی میں قدم ہی نہیں رکھتے۔

لوسی :۔ تم اب چاہتے کیا ہو ؟

فرخ :۔ کہ تم ہماری پناہ میں آجاؤ۔ ورنہ یہ ممکن ہے لڑائی میں زخمی ہو جاؤ۔

اور ایک معصوم کلی خاک پر تڑپ تڑپ کر دم توڑ دے!

لوسی :- مجھے چھوڑ دو۔ میں اس وقت کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔

فرّخ :- تمہیں باقی گرفتار شدہ عورتوں کے ساتھ نصرانیوں کے پاس بھجوا دیا جائے گا۔ جان بوجھ کر موت کے منہ میں جانا عقلمندی نہیں۔ اٹھو۔ میدان جنگ میں مرے ہوئے سپاہی کی لاش پر آنسو بہانا اس کی بہادری اور جان نثاری کی توہین کرنا ہے.... یہ نادانی ہے۔

لوسی :- نہیں۔ میں نہیں اٹھوں گی۔ میں زندہ رہنا نہیں چاہتی۔ تم ظالم ہو.... خونی ہو..... مجھے تم سے کوئی امید نہیں...... میں یہیں مرنا چاہتی ہوں..... تم چلے جاؤ.....

(عماد الدین زنگی گزرتے ہیں)

عماد الدین :- فرّخ!

فرّخ :- آقائے عالی!

عماد الدین :- کون ہے یہ لڑکی!

لوسی :- ایک بد نصیب بھائی کی لٹی ہوئی بہن! میرا بھائی۔ (روتی ہے)

عماد الدین :- تمہارا بھائی!... اوہ ہمیں افسوس ہے، یہ جنگ ہے اور جنگ میں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن اب رونے سے کوئی فائدہ نہیں بیٹی۔ بہتر ہے کہ تم ہماری پناہ میں آجاؤ۔ ہم تمہیں واپس تمہارے عزیزوں

تک پہنچا دینے کا مناسب انتظام کر دیں گے۔

لوسی :۔ میرا دُنیا میں اس بھائی کے سوا اور کوئی نہیں۔

عماد الدین :۔ بیٹی رو ؤ نہیں، پونچھ ڈالو آنسوؤں کو، خدا تو ہے۔ فرّخ اس کو کسی محفوظ جگہ پہنچا دو۔ خیال رہے کہ اب یہ ہماری پناہ میں ہے اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے!

فرّخ :۔ جو حکم سلطان عالی!

(سلطان چلے جاتے ہیں)

لوسی :۔ (آہستگی سے) بیٹی . . . سلطان نے مجھے بیٹی کہہ کر پکارا اور پھر مجھے پناہ دی . . . اس قدر رحم دل ہیں مسلمان — اور پھر مسلمانوں کا سلطان . . . اوہ ہمارے سردار مسلمانوں کی قیدی لڑکیوں کو منڈیوں میں نیلام کرنے کے لئے بھجوا دیتے . . . اور یہ اس قدر نیک سلوک کرتے ہیں . . . (بلند آواز سے) فرّخ بھائی۔

فرّخ :۔ کیا بات ہے؟

لوسی :۔ اگر میں واپس جانا نہ چاہوں۔

فرّخ :۔ کیوں نہیں!

لوسی :۔ (خوشی سے) سلطان نے مجھے بیٹی کہا ہے نا؟

فرّخ :۔ ہاں۔

لوسی :- تو پھر میں بالکل نہ جاؤں گی ... میں .. میں تمہارے پاس رہونگی ...

فرخ :- (بات بدلتے ہوئے) اُدھر نہیں - اس طرف آؤ - وہ باقی عورتیں وہاں ہیں۔ وہ سامنے ہیں۔ چلو وہیں ...

لوسی :- لیکن ...

فرخ :- لیکن کیا؟

لوسی :- میں سلطان سے کہدوں گی ... ہاں میں نہیں جاتی وہاں!

فرخ :- کہدینا - اب چلو باقی عورتوں کے پاس!

راوی :- عماد الدین زنگی نے بتدریج تمام علاقے دشمنوں سے چھین لئے. بعلبک اور رادلیہ کے مقامات پر دشمنوں کو سخت شکستیں دیں اور ان کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ لیکن ان کی پشت پر تمام یورپ کی طاقتیں تھیں۔ اُنہیں ہمیشہ کمک ملتی رہتی۔ اور ہمیشہ کسی نہ کسی جگہ جنگ کے شعلے بھڑک ہی اٹھتے۔ عماد الدین بھی کبھی اپنے فرض سے غافل نہ ہوئے۔ اور اُن کی قیادت میں اسلامیوں کے قدم ہمیشہ آگے ہی بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۱۴۴ء میں بارین کے مقام پر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اس دفعہ بھی میدان شیرانِ اسلام ہی کے ہاتھ رہا،

رینالڈ :- (زخمی حالت میں کراہتا ہے) ...... آہ ہہہ ...... آہہہہ - ہائے .... پانی پانی ......

عماد الدین :- ٹھہرو، جمال الدین، یہ نوجوان سخت زخمی ہے۔ اور پیاسا بھی ہے۔ ذرا اپنا پانی کا مشکیزہ تو دینا۔ ہم خود اسے پانی پلائیں گے (وقفہ) نوجوان

جمال الدین :- لیجئے۔ سلطان عالی!

عماد الدین :- نوجوان، لو، پانی پیو!

جمال الدین :- پہچان کر۔ ٹھہرئیے عالی جاہ۔ آپ اسے نہیں پہچانتے ۔ یہ دشمنوں کا سردار ہے!

عماد الدین :- تو کیا ہوا۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں!

جمال الدین :- لیکن حضور!

عماد الدین :- جمال الدین۔ تم ہمیں اخلاقی فرض ادا کرنے سے روک رہے ہو؟

جمال الدین :- آقا، یہ وہی ہے، جس نے سلجوقی قیدیوں کے منہ سے شراب کا جام لگایا تھا۔ اور جب اُس قیدی نے جام پرے پھینک دیا تھا، تو اس نے اپنے خنجر سے اسے قتل کر ڈالا تھا۔ اور پھر تمام قیدیوں کے قتل کر ڈالنے کا حکم دے دیا تھا۔ آپ بھی تمام جنگی قیدیوں کے قتل کا حکم صادر فرمائیے۔!

عماد الدین :- (گرج کر) جمال الدین، ہمیں حیرت ہے۔ تم آج بالکل نادانوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔ ہم مسلمان ہیں۔ نہتوں پر ہمارے ہاتھ نہیں اٹھ سکتے، انہیں زرِ فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے گا۔ لو پانی پیو!

رینالڈ:۔ (آنکھیں کھول کر) ہوں... پا... نی... آپ... کو... ن... ن۔

عماد الدین:۔ عماد الدین زنگی...

رینالڈ:۔ اول... اول... زنگوین... زنگ... و... ین...

عماد الدین:۔ ہاں زنگوین، میں ہی زنگوین ہوں، گھبراؤ نہیں، لو پانی پیو، ہم تمہارے زخموں پر مرہم رکھیں گے۔ تیزاب نہ چھڑکیں گے دوست!

جمال الدین:۔ لیکن سلطان؟

عماد الدین:۔ (گرج کر) جمال الدین؟

رینالڈ:۔ زنگوین! جمال... الدین ٹھیک کہتے ہیں۔ واقعی... میں اس قدر نیک سلوک کے قابل نہیں... ہرگز... نہیں، میں نے...... پیاسے.... پیاس سے جاں بہ لب... مسلمان قیدیوں..... کے مُنہ سے.... شراب.... کا جام... لگایا تھا۔ اور اُن کے انکار پر... نشے کی حالت میں.... ایک قیدی کو..... اپنے خنجر سے قتل.... کر دیا تھا.... اور باقی قیدیوں کے قتل... کا حکم بھی.... دے دیا تھا.... اوہ... (رکتی ہوئی سانسوں کی خرخراہٹ).... میرا مر جانا ہی.... اچھا ہے۔ میرا ضمیر،... آہ.... آپ بہت نیک ک ک...... (رکتی ہوئی سانسیں) میں.... مجھے...

عماد الدین :- اوہ ... (پریشانی سے) جمال الدین ان کی حالت بہت نازک ہے، طبیب ... طبیب کو بلواؤ ... جلدی کرو ... جلدی ....

ریناالڈ :- (آنکھیں کھول کر احسانمندانہ انداز سے) نہیں زنگوین .... نہیں ..... نہیں .... اب وقت .... نہیں رہا ..

عماد الدین :- لو پانی تو پی لو۔ گھبراؤ نہیں۔ پروردگار رحم فرمائیں گے۔

ریناالڈ :- نہیں۔ میں پیاسا ہی ... اوہ ہ ہ ... (ہچکیاں) آہ ..... اوہ .... (لمبی سانسیں ...)

(مر جاتا ہے)

عماد الدین :- سردار ... سردار .... (جھنجوڑتا ہے) پانی ... ہیں .... افسوس ..... افسوس۔ ہم اپنا اخلاقی فرض نہ ادا کر پائے!

(دردناک موسیقی کا وقفہ)

راوی :- چند دنوں کے بعد اسی شہر میں۔!

چند نصرانی :- فریاد ہے، فریاد ہے سلطان!

عماد الدین :- کون ہیں فریادی۔ آنے دو انہیں!

نصرانی :- (اندر آکر) اسلامتی ہو۔

عماد الدین :- بزرگ کہو، کیا بات ہے؟

نصرانی :- (لرزتی ہوئی آواز میں) سلطان کے رحم و کرم اور سخاوت کی داستانیں

سُنی ہیں اور اسی حقیقت نے ہمت بندھائی ہے کہ حاضرِ خدمت ہو کر مدعا عرض کروں!

عماد الدین :- اجازت ہے، بلاجھجک کہو!

نصرانی :- سلطان، آج تک کبھی نہیں سُنا کہ کسی مسلمان سردار نے یا حاکم نے مفتوح شہر کی کسی لڑکی پر ہاتھ اُٹھایا ہو، یا کھیتوں کو جلا دیا ہو۔ یا . . .

عماد الدین :- (بات کاٹ کر) کیا کسی مسلمان سردار نے کسی لڑکی پر ہاتھ اٹھایا ہے یا کھیتوں کو جلانے کی کوشش کی ہے؟

نصرانی :- نہیں سلطان، نہ کبھی یہ سُنا ہے کہ مسلمانوں نے نہتوں پر ہاتھ اٹھایا اور انہیں قتل کر دیا!

عماد الدین :- (جلدی سے اُسی لہجہ میں) تو کیا کوئی قتل کیا گیا ہے؟

نصرانی :- نہیں سلطان، نہ کبھی یہ سنا ہے کہ مسلمانوں نے کسی معبد کو منہدم کیا ہے

عماد الدین :- بزرگ صاف کہہ دیجئے۔ کیا کسی مسلمان نے کوئی معبد منہدم کیا ہے؟

نصرانی :- جی ہاں سلطانِ عالی، ہماری عبادت گاہ . . . .

عماد الدین :- (چیخ کر) جمال الدین . . .

جمال الدین :- آقا سلطان،

عماد الدین :- بزرگ کیا آپ اُس سردار کا نام جانتے ہیں یا اُسے پہچانتے ہیں؟

نصرانی:۔ جی ہاں سلطان، اُس سردار کا نام منصور ہے۔

عماد الدین:۔ (جلدی سے) منصور۔ جمال الدین منصور کو بلواؤ۔۔۔ (نصرانی سے) اے بزرگ اطمینان رکھئے۔۔۔ ہم آپ کی فریاد کو پہنچیں گے ہم اُسے قرار واقعی سزا دیں گے۔

جمال الدین:۔ منصور حاضر ہے سلطان!

عماد الدین:۔ منصور کیا تم نے کوئی عبادت گاہ منہدم کروائی ہے؟

منصور:۔ غلام کو انکار کی جرأت نہیں سلطان عالی!

عماد الدین:۔ تمہیں یہ ذلیل حرکت کرنے کی جرأت کیسے ہوئی۔ کیا تم بھول گئے تھے کہ تم مسلمان ہو اور مسلمان کا اخلاق دنیا کی تمام قوموں سے بلند ہے اور اس سے کبھی کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہو سکتا کہ جس کی اُسے مذہب اجازت نہ دے اور یہ کہ وہ فطرتاً امن پسند واقع ہوا ہے؟ اور اُس کے ہاتھ بلا وجہ کسی پر نہیں اُٹھتے؟

منصور:۔ سلطان عالی!

عماد الدین:۔ اور کیا تم بھول گئے تھے کہ مسلمان صرف خدائے واحد کا پرستار ہے اور وہ کبھی کسی عبادت گاہ کو منہدم نہیں کر سکتا اور اسلام میں چھوٹے بڑے حاکم و محکوم، اور اونچ نیچ کی کوئی گنجائش نہیں اور وہ امن و سلامتی کا پیامبر ہے؟

منصور:۔ سلطان عالی! تقصیر!

عمادالدین:۔ آج تم نے وہ حرکت کی ہے۔ جسے ہم تمہاری بلند حوصلگی اور بہادری پر نہیں بلکہ تمہاری تنگ نظری اور تنگ حوصلگی پر محمول کرتے ہیں۔

منصور:۔ سلطان عالی! معاف

عمادالدین:۔ ہم تمہیں معاف نہیں کر سکتے، تمہاری یہ سزا ہے کہ اپنے سپاہیوں سمیت تم خود ایک مزدور کی حیثیت سے کام کر کے جلد از جلد اُس عبادت گاہ کو بالکل اُسی طرح تیار کرو...... اور جب وہ عمارت مکمل ہو جائے۔ تو ہمیں مطلع کرو!

نصرانی:۔ زندہ باد سلطان...... زندہ باد سلطان

(سازوں کا وقفہ۔ دربار برخواست)

(اسلامی لشکر کوچ کر رہا ہے۔ عمادالدین لشکریوں سے مخاطب ہیں)

عمادالدین:۔ جمال الدین! ہم نے دشمنوں سے اپنی زمین کا چپہ چپہ لے لیا ہے آج قلات جابر پہ تمہارا عَلَم لہرانے کے لئے بیتاب ہے۔ یہ آخری معرکہ ہے اور اس کے بعد جب امن قائم ہو گیا تو ملک بھر میں نئی عمارتیں تعمیر کروائیں گے۔ شفاخانے، دارالعدل، خوب صورت باغات، سڑکیں اور پُل بنوائیں گے۔ عالیشان مسجدیں اور مدرسے بنوائیں گے اور تمام زمین کو زیرِ کاشت لائیں گے۔

جمال الدین:۔ انشاءاللہ، انشاءاللہ!

عماد الدین:۔ رات کافی جا چکی ہے۔ جاؤ آرام کرو۔ ہم بھی نہایت تھک چکے ہیں۔ آج خلافِ معمول ہمیں نیند اس قدر جلد نہ جانے کیوں آ رہی ہے۔ سو جانے کو جی چاہتا ہے۔

جمال الدین:۔ سلطان تھک چکے ہیں۔ آرام فرمایئے۔ غلام کو اجازت بخشئے۔ شب بخیر!

عماد الدین:۔ شب بخیر۔۔۔۔

(جمال الدین چلا جاتا ہے)

راوی:۔ سلطان سو گئے۔ اور پھر اُس رات ایک نمک حرام غلام نے لالچ کا شکار ہو کر اپنے مہربان آقا کے سینے میں اپنا سم آلود خنجر اُتار دیا۔ سلطان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔ اپنے وقت کا اس قدر دلیر جری اور اور رحم دل جرنیل یوں مارا گیا ۔۔۔ اُن کی سحر کا خورشید کبھی طلوع نہ ہوا، اور آسمانِ شجاعت کا درخشندہ ستارہ خلا کی تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ صبح جب لشکریوں میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔

جمال الدین:۔ جانبازو! میرے پاس الفاظ نہیں۔ جن سے اپنے محبوب آقا، اپنے بہادر سلطان کی شہادت کا اعلان کروں۔ نمک حرام غلام نے لالچ کا شکار ہو کر اپنے محبوب آقا کے سینے میں اپنا خنجر اتارا، وہ خود بھی کیفر کردار کو

پہنچ چکا ہے۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں ایسے سپاہی بھی موجود ہیں جو خُلد آشیاں سلطان کی عدم موجودگی اور شہادت سے بددل ہو رہے ہیں. وُہ حوصلے ہار بیٹھے ہیں۔ لیکن ہمیں ہر صورت میں جنت مکانی آقا سلطان کی آرزو پوری کرنی ہے۔ ہم تسخیرِ قلاتِ جابر کے لئے ایک ایک کر کے اپنے سر کٹوانے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ جو کام وُہ اُدھورا چھوڑ گئے ہیں اُسے ہم پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہی رہیں گے۔ خواہ ہمیں کس قدر دشواریوں اور مصائب کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔ بولو تمہیں منظور ہے!

سپاہی:- ہاں ہمیں منظور ہے .... ہم اپنی جان دے دیں گے مگر آقا سلطان کی آرزو پوری کر کے ہی رہیں گے .... ہم لڑیں گے .... (ہنگامہ)

جمال الدین:- تو پھر اپنی خارا شگاف تلواروں کو بے نیام کر دو اور دشمن پر زخمی شیروں کی طرح ٹوٹ پڑو اور ثابت کر دو ہر مسلمان سپاہی عماد الدین زنگی ہے۔

(نعرے)

راوی:- سپاہیوں نے ہمت نہ ہاری۔ یقین محکم، نظم و ضبط اور ایمان کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور اپنے شہید آقا سلطان کی آرزو پوری کر دی اور وزیرِ اعظم جمال الدین الجواد نے سلطان کے فرمان کے مطابق مسجدیں، مدرسے، دارالعدل، شفا خانے، سڑکیں، پل، باغات اور نئی عمارتیں تعمیر کروائیں اور تمام زمین کو زیرِ کاشت لائے! "مردے از غیب بیروں آید و کارے بکُند" ___ جب

مسلمانِ ہند کی کشتی کا کوئی ناخدا نہ تھا جب وہ طوفانی موجوں کے رحم و کرم پر تھی۔ جب مسلمان نااتفاقی کا شکار ہو چکے تھے۔ جب اُن کا کوئی مرکز نہ تھا تو ایک مردِ خدا اٹھا۔ سر پر کفن باندھے اور عزمِ صمیم دل میں لئے۔ وہ مردِ جری۔ جنہیں آج ہم بابائے ملّت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جنہوں نے بکھرے ہوئے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی۔ اُنہیں ایک مرکز پر جمع کیا اور ہمیں دنیا سے ایک آزاد قوم کے نام سے روشناس کرایا۔ ہمیں پاکستان بخشا، ہمیں آزادی بخشی، ہمیں سربلندی بخشی اور اپنا فرض پورا کرنے کے بعد چل دیئے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اپنے ملک کو ہر طرح سے خوشحال، مضبوط، طاقتور بنائیں اور اسے دُنیا کے ممتاز ملکوں کی صفِ اول میں لا کھڑا کریں۔

ساز

یہ غازی، یہ تیرے پُر اسرار ....

MC LIBRARY Nankana Sahib
Acc. NO: 00636 NS
Date: 16-4-2022
Managed by Chughtai Public Library